صفر الخیر ۱۴۲۸ھ
مارچ 2007ء

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کا ترجمان

ماہنامہ لولاک ملتان

جلد ۳۹/۱۱ شمارہ ۲

- تحفظ ناموس رسالتؐ اور امتناع قادیانیت آرڈیننس
- ناموس رسولؐ اور سرفروشان اسلام
- معاملات کی صفائی
- محشر میں پانچ اہم سوالات
- مولانا ظفر علی خان اور فتنہ قادیانیت

www.khatm-e-nubuwwat.com E-mail: mahanamalolaak@yahoo.com

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کا ترجمان

ماہنامہ لولاک ملتان

شمارہ ۲ .... جلد ۱۱/۳۹

بیاد

امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ — مولانا قاضی احسان احمد شجاع آبادیؒ
مجاہد ملت مولانا محمد علی جالندھریؒ — مناظر اسلام مولانا لال حسین اخترؒ
حضرت مولانا سید محمد یوسف بنوریؒ — فاتح قادیان حضرت مولانا محمد حیاتؒ
حضرت مولانا عبدالرحمن میانویؒ — حضرت مولانا محمد شریف جالندھریؒ
شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد عبداللہؒ — شیخ الحدیث مولانا مفتی احمد الرحمنؒ
حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانویؒ — حضرت مولانا محمد شریف بہاولپوریؒ
حضرت مولانا مفتی محمد جمیل خانؒ — صاحبزادہ طارق محمودؒ

بانی: مجاہد ختم نبوت حضرت مولانا تاج محمودؒ
سرپرست: خواجہ خواجگان حضرت مولانا خان محمد دامت برکاتہم
زیر سرپرستی: پیر طریقت حضرت مولانا شاہ نفیس الحسینی مدظلہ العالی
نگران اعلیٰ: حضرت مولانا عزیز الرحمن جالندھری
نگران: حضرت مولانا اللہ وسایا
چیف ایڈیٹر: صاحبزادہ حضرت مولانا عزیز احمد
ایڈیٹر: صاحبزادہ حافظ مبشر محمود
سرکولیشن منیجر: رانا محمد طفیل جاوید
منیجر: قاری محمد حفیظ اللہ
کمپوزنگ: یوسف ہارون

مجلس منتظمہ

علامہ احمد میاں حمادی	مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی
مولانا بشیر احمد	حافظ محمد یوسف عثمانی
مولانا محمد اکرم طوفانی	حافظ محمد ثاقب
مولانا عزیز الرحمن ثانی	مولانا فقیر اللہ اختر
مولانا مفتی حفیظ الرحمن	مولانا محمد نذر عثمانی
مولانا قاضی احسان احمد	مولانا غلام حسین
مولانا محمد طیب فاروقی	مولانا محمد اسحاق ساقی
مولانا محمد قاسم رحمانی	مولانا غلام مصطفیٰ
مولانا عبدالستار حیدری	مولانا عبدالحکیم نعمانی
چوہدری محمد اقبال	مولانا محمد علی صدیقی
مولانا محمد حسین ناصر	مولانا عبدالرزاق

رابطہ: عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت حضوری باغ روڈ ملتان
فون: ۴۵۱۴۱۲۲ فیکس: ۴۵۴۲۲۷۷

ناشر: صاحبزادہ عزیز احمد — طابع: تشکیل نو پرنٹرز ملتان — مقام اشاعت: جامع مسجد ختم نبوت حضوری باغ روڈ ملتان

بسم اللہ الرحمن الرحیم

کلمتہ الیوم!

بسنت سپریم کورٹ پنجاب حکومت	حضرت مولانا اللہ وسایا صاحب	3
تحفظ ناموس رسالت اور امتناع قادیانیت آرڈیننس	" " " "	4
حضرت مولانا خواجہ عبدالماجد صدیقی کی والدہ کا انتقال	" " " "	5
رپورٹ سہ ماہی اجلاس مبلغین	" " " "	5

مقالات ومضامین!

سیرت سیدنا فاروق اعظمؓ	حضرت مولانا قاری عبدالعزیز	7
سیدنا حضرت ابوہریرہؓ	ادارہ	14
ناموس رسول اور سرفروشان اسلام	حضرت مولانا محمد منظور نعمانیؒ	18
الا اللہ......	حضرت مولانا محب الحق صاحب	22
برے اخلاق	حضرت مولانا عبدالحیی عارفیؒ	27
صحبت کا اثر	حضرت مولانا قاری محمد طیبؒ	29
معاملات کی صفائی	حضرت مولانا محمد اکرم طوفانی	38
محشر میں پانچ اہم سوالات	جناب سید شمشاد حسین	41
آہ! حضرت مولانا محمد عبداللہ	حضرت مولانا اللہ وسایا صاحب	42

ردقادیانیت!

قادیانیت کے سلسلہ میں مولانا ظفر علی خانؒ کا کھلا خط	ادارہ	43
قادیانیوں سے مناظرہ	جناب غلام جیلانی برق	46
مولانا ظفر علی خانؒ اور فتنہ قادیانیت	ادارہ	48

متفرقات!

جماعتی سرگرمیاں	ادارہ	55

بسم اللہ الرحمن الرحیم!

کلمۃ الیوم!

بسنت، سپریم کورٹ، پنجاب حکومت!

دنیا جانتی اور مانتی ہے کہ بسنت ایک ہندوانہ رسم ہے۔ ''حقیقت رائے'' ہندو گستاخ رسول کی یاد میں ہندو ہر سال پیلے کپڑے پہن کر لاہور میں پتنگ بازی کرتے تھے۔ موجودہ حکومت نے اسے اپنی ثقافت قرار دے کر بطور تہوار منانے کو اپنا محبوب مشن بنالیا ہے۔ ایک بار اس سے واپڈا کے گرڈ اسٹیشن جل گئے۔ جس کی بناء پر واپڈا کو تین ارب بیس کروڑ کا نقصان برداشت کرنا پڑا۔ پرائیویٹ نقصان علاوہ ازیں ہے۔ مالی نقصان کے ساتھ ساتھ نہ معلوم کتنے بے گناہ لوگوں کی گردنیں ڈور پھرنے سے کٹیں اور کتنوں کی گردنیں چھتوں سے گرنے کے باعث ٹوٹیں۔ لیکن روشن خیالی کا نشہ اس نقصان سے بھی نہیں ٹوٹا۔ سپریم کورٹ نے پابندی لگائی، روشن خیالوں نے سپریم کورٹ کے حکم کو بھی درخور اعتنا نہیں سمجھا۔ اب سرکاری طور پر دو دن ۲۴، ۲۵ رفروری کو منانے کا اعلان ہوگیا ہے۔ ان دو دنوں کے آنے سے بھی قبل پتنگ بازی شروع ہے۔ کئی اموات ڈور پھرنے سے ہوچکی ہیں۔ ان دو دنوں میں کیا ہوگا؟ یہ آنے والا وقت بتائے گا۔ انجام گلستان کیا ہوگا؟۔

اسلام آباد کی مساجد و مدارس

حکومت نے برسہابرس سے بنی ہوئی کئی مساجد کو گرانے کے نوٹس بھجوائے۔ ان میں بعض مساجد وہ ہیں جو صدارتی فنڈ سے جنرل ضیاء الحق نے بنوائی تھیں۔ اب جنرل پرویز مشرف کا دور آیا تو وہ سیکورٹی رسک اور غیر قانونی ہوگئیں۔ حالانکہ موجودہ جنرل صاحب کے اقتدار کو سالہا سال بیت چکے ہیں۔ وہاں سے کوئی اندیشہ سامنے نہیں آیا۔ ان مساجد کا قصور صرف یہ ہے کہ وہ وی آئی پی سڑکوں پر ہیں۔ باہر سے ہمارے آقا آتے ہیں جو اصل حکمران ہیں ان کو یہ اپنی پوری آب وتاب اور شان وشوکت سے نظر آتی ہیں۔ اس سے ہم محکوموں کی روشن خیالی پر اوس پڑ جاتی ہے اور ہمارے اصل حکمران و آقا پھر جاتے ہیں۔ ان کی جبینوں پر شکن پڑتی ہے تو ہمارے پتے پانی ہو جاتے ہیں۔ اس کا علاج یہ تجویز کیا گیا کہ غیر قانونی ہونے کا لیبل لگا کر قانون کی مار دو۔ اس سے بچ جائیں تو سیکورٹی رسک قرار دے کر ان فلک بوس میناروں کو زمین دوز کردو۔ اس قضیہ کو سچا ثابت کرنے کے لئے بعض مساجد و مدارس کو ساتھ ٹانک دیا کہ یہ تجاوزات کی زد میں آتے ہیں۔ ہماری بیوروکریسی کے لئے مٹی کو سونا، سونا کو مٹی ثابت کرنا کوئی نیا کام نہیں۔ وہ اس فن میں دنیا کے امام مانے جاتے ہیں۔ نتیجہ یہ ہوا کہ پکڑ دھکڑ دفعہ ۱۴۴، نوٹس، ۲۴ گھنٹے کی ڈیڈ لائن، نہ معلوم کیا کچھ ہوا۔ لگتا تھا کہ بجوڑ سے بھی بڑا سانحہ رونما ہونے والا ہے۔ مخدوم حضرت مولانا محمد عبداللہ شہیدؒ کے دو صاحبزادوں حضرت مولانا عبدالعزیز صاحب اور حضرت مکرم غازی عبدالرشید کے خلاف پروپگنڈہ کی بھرمار میں کئی اپنوں کے دل جل گئے اور زبانیں کھل گئیں۔ اللہ تعالیٰ نے کرم کا معاملہ فرمایا کہ علمائے اسلام آباد اور علمائے راولپنڈی یکجان و یک زبان ہوگئے اور اپنوں نے معاملہ فہمی اور سنجیدگی کی اعلیٰ مثال قائم کی۔ احتجاج،

مظاہرے، جمعہ کے بیانات، میٹنگیں اور کنونشن شروع ہوگئے۔ اسلام آباد، راولپنڈی کے علماء کی بہادری وجرأت نے کوہ ہمالیہ سے بڑھ کر ثابت قدمی دکھائی۔ ملک بھر کے علماء ومشائخ نے اس صورتحال پر نتائج سے بے پرواہو کر ہر چہ بادا باد کا رستہ خیز نعرہ لگایا۔ وفاق المدارس کی قیادت نے فرض منصبی نبھانے کے لئے جرأت کے ساتھ اس چیلنج کو ٹیسٹ کیس سمجھ کر قبول کیا۔ رحمت حق نچھاور ہوئی، عرش کے فیصلے فرش پر منتقل ہوئے، جو حکمران ایک دن پہلے میڈیا کانفرنس میں ان مسجدوں کو منتقل کرنے کے لئے عزم مصمم کے کتبے لہرا رہے تھے اگلے دن ان کی روشن خیالی نے زمینی حقیقت حالی کو پالیا۔ اقتدار، وعلماء کی ذمہ دار قیادت متفقہ فارمولے پر متفق ہوگئی۔ کون جیتا کون ہارا؟۔ اس بحث کا یہ وقت نہیں، تاہم کریم ذات کے کرم سے مساجد ومدارس پر جو موت کے سائے منڈلانے کے دعویدار تھے۔ انہوں نے زمین دوز ہونے والی مسجد کو اسی جگہ فلک بوس بنانے کا اعلان کردیا۔ حق ہے کہ سانچ کو آنچ نہیں اور اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی حقیقی مالک ومختار نہیں۔ فلحمدللّٰہ اولا وآخرا!

جامعہ حفصہ کی طالبات باقی چھ منہدم شدہ مساجد کی تعمیر، دس مساجد کے نوٹسوں کی واپسی، اسی مساجد کی فہرست کی واپسی کی شرط پر قائم ہیں۔ جب کہ حکومت فیصلہ کے علی الرغم علماء وطلباء کی گرفتاریاں کروارہی ہے۔ جنہوں نے فیصلہ کیا یا کرایا ان سے اوپر کے اصل حکمران کچھ بلکہ بہت کچھ کرنے پر تلے ہوئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ سے رحم کی دعاء کرنی چاہئے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو ہدایت دیں۔ آمین!

تحفظ ناموس رسالت اور امتناع قادیانیت آرڈیننس

حکومتی عزائم اور ہماری ذمہ داری

۱۷ ستمبر ۲۰۰۶ء کے اخبارات میں امریکی وزارت خارجہ کمیٹی کی رپورٹ کے مطابق پاکستانی آئین وقانون میں امریکی حکومت ۱...... حدود آرڈیننس ۲...... تحفظ ناموس رسالت آرڈیننس ۳...... امتناع قادیانیت آرڈیننس میں تبدیلی کرانا چاہتی ہے۔

موجودہ حکومت نے تحفظ حقوق نسواں بل کے نام پر حدود آرڈیننس میں تبدیلی کردی ہے۔ تحفظ ناموس رسالت قانون کے متعلق پاکستان مسلم لیگ (ق) کے سکرٹری جنرل جناب مشاہد حسین نے فرانس میں بیان دیا جو پاکستان کے قومی اخبارات میں ۲۴ جنوری ۲۰۰۷ء کو شائع ہوا کہ قانون میں آنے والے انتخابات کے بعد تبدیلی کی جائے گی۔ اس کے بعد امتناع قادیانیت آرڈیننس میں تبدیلی کے لئے امریکی ایجنڈا کی تکمیل کی جائے گی۔ ان متوقع خدشات، امریکی خواہشات اور حکومتی عزائم سے عوام کو باخبر کرنے اور اس کے خلاف عوامی ردعمل کو منظم کرنے کے لئے پہلی کوشش کے طور پر مجلس نے ضلعی ختم نبوت کانفرنسیں رکھنے کا پروگرام مرتب کیا ہے۔ (ان پروگراموں کی تفصیل اس رسالہ کی پشت پر شائع شدہ اشتہار میں ملاحظہ فرمائیں) ان کانفرنسوں میں تمام مکاتب فکر کے ضلعی علماء کو مدعو کیا جائے گا۔ اس پہلے مرحلہ کے بعد باقی صوبوں اور اضلاع کا پروگرام مرتب کیا جائے گا۔ اس سلسلہ میں کل جماعتی مجلس عمل تحفظ ختم نبوت پاکستان کا بھی اجلاس طلب کر کے مرکزی قیادت سے اس مسئلہ کے حل کے لئے حتمی

پروگرام کی تشکیل کے لئے درخواست کی جائے گی۔ اسلامیان وطن سے درخواست ہے کہ ان پروگراموں میں جوق در جوق شرکت کے لئے برسراقتدار طبقہ پر واضح کر دیں کہ انشاء اللہ اسلامیان وطن کسی قیمت پر ان قوانین میں ترمیم وتبدیلی کو قطعاً قبول نہیں کریں گے۔ انشاء اللہ ایسا کبھی نہیں ہوگا۔ ان تمام امور پر مشاورت اور مجلس عمل کے اجلاس بلانے کے لئے چند ہفتوں تک عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کی مرکزی مجلس شوریٰ کا خانقاہ سراجیہ میں اجلاس منعقد کیا جا رہا ہے۔ حق تعالیٰ ہم سب کو اسلام کی سربلندی ترویج واشاعت اور عقیدہ ختم نبوت کے تحفظ کے لئے دیوانہ وار محنت کی توفیق نصیب فرمائیں۔ آمین!

حضرت مولانا پیر خواجہ عبدالماجد صدیقی کی والدہ کا انتقال

سلسلہ عالیہ نقشبندیہ خانقاہ مالکیہ خانیوال کے موجودہ سجادہ نشین، جمعیت علماء اسلام اور عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے بزرگ رہنما، حضرت مولانا خواجہ عبدالماجد صدیقی کی والدہ محترمہ ۹ محرم الحرام ۱۴۲۸ھ کی شام فیصل آباد میں انتقال کر گئیں۔ اگلے روز ۱۰ محرم کو صبح ۹ بجے خانیوال میں مرحومہ کی نماز جنازہ ہوئی۔ خانیوال، میاں چنوں، عبدالحکیم، لودھراں، ملتان، کبیروالا، کہروڑ پکا کی دینی قیادت نے جنازہ میں شرکت کی۔ مرحومہ عرصہ سے بیمار تھیں۔ ان دنوں فیصل آباد میں زیر علاج تھیں کہ آخرت کا بلاوا آ گیا۔ مرحومہ پیر طریقت حضرت خواجہ عبدالمالک صدیقی مرحوم کی اہلیہ تھیں۔ عابدہ، زاہدہ خاتون، اس خانقاہ سے ہزاروں ہزار وابستہ متعلقین کی روحانی والدہ تھیں۔ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت حضرت خواجہ عبدالماجد صدیقی صاحب کے اس صدمہ میں برابر کی شریک غم ہے اور دعاء گو ہے کہ اللہ تعالیٰ مرحومہ کو کروٹ کروٹ جنت نصیب فرمائیں۔ آمین!

رپورٹ سہ ماہی اجلاس مبلغین

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے مرکزی مبلغین کا سہ ماہی اجلاس دفتر مرکزیہ ملتان میں ۲۴ تا ۲۶ ر ذوالحجہ ۱۴۲۷ھ مطابق ۱۵ تا ۱۷ ر جنوری ۲۰۰۷ء بروز پیر، منگل، بدھ منعقد ہوا۔ اجلاس کی مختلف نشستوں کی صدارت حضرت مولانا بشیر احمد، حضرت مولانا اللہ وسایا اور حضرت مولانا عزیز الرحمان جالندھری مدظلہ نے کی۔ اجلاس میں درج ذیل حضرات نے شرکت کی:

حضرت مولانا قاضی احسان احمد کراچی، حضرت مولانا عزیز الرحمان ثانی لاہور، حضرت مولانا محمد علی صدیقی میر پور خاص، حضرت مولانا فیض مدنی گمبٹ، حضرت مولانا محمد حسین ناصر سکھر، حضرت مولانا محمد راشد مدنی رحیم یار خان، حضرت مولانا محمد اسحاق ساقی بہاولپور، حضرت مولانا محمد قاسم رحمانی بہاولنگر، حضرت مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی ملتان، حضرت مولانا عبدالحکیم چیچہ وطنی، حضرت مولانا عبدالستار گورمانی خانیوال، حضرت مولانا عبدالرزاق مجاہد اوکاڑہ، حضرت مولانا ذوالفقار احمد طارق گوجرانوالہ، حضرت مولانا فقیر اللہ اختر سیالکوٹ، حضرت مولانا محمد طیب فاروقی اسلام آباد، حضرت مولانا مفتی خالد میر آزاد کشمیر، حضرت مولانا غلام مصطفیٰ چناب نگر، حضرت مولانا غلام حسین جھنگ، حضرت مولانا عبدالستار حیدری لیہ، حضرت مولانا محمد یوسف نقشبندی ڈیرہ غازی خان، حضرت مولانا عبدالرشید سیال مظفرگڑھ، حضرت مولانا عبدالجبار خوشاب، حضرت مولانا عبدالنعیم شیخوپورہ، حضرت

مولانا عبدالخالق فیصل آباد، جناب حاجی محمد طفیل جاوید، جناب قاری محمد حفیظ اللہ، جناب محمد عزیز الرحمن رحمانی سمیت کئی ایک علماء کرام نے شرکت کی۔

اجلاس میں گذشتہ اجلاس کی کارروائی کی خواندگی کی گئی۔ گذشتہ اجلاس کے فیصلوں کے عملدرآمد کی رفتار کو تحسین کی نگاہ سے دیکھا گیا۔ تمام مبلغین کو ہدایت کی گئی کہ وہ ہر روز کم از کم ایک درس بہر صورت دیں اور زیادہ سے زیادہ دروس و بیانات کا سلسلہ بڑھایا جائے۔

ماہنامہ لولاک اور ہفت روزہ ختم نبوت کے مالی سال مکمل ہوچکے ہیں۔ خریداران سے رابطہ کرکے رقوم وصول کی جائیں اور نئے خریدار مہیا کئے جائیں۔ مبلغین دونوں رسائل کے لئے مضامین اور رپورٹیں ارسال فرمائیں اور طے ہوا کہ مضامین دونوں رسائل میں ایک شائع نہ کئے جائیں۔ البتہ رپورٹوں کی اشاعت میں کوئی حرج نہیں۔ ماہنامہ لولاک میں عبادات، معاملات اور اخلاقیات سے متعلق ہر شمارہ میں مضامین شائع کئے اور نئے سال (جس کا پہلا شمارہ آچکا ہے) سے صحابہ کرامؓ کی سیرت و حالات زندگی پر مضامین کی اشاعت کا سلسلہ شروع کیا جائے۔ مضامین حضرت مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی مہیا کریں گے۔ مدرسہ ختم نبوت مسلم کالونی چناب نگر میں درجہ کتب کا افتتاح ہوچکا ہے۔ حضرت مولانا سجاد الٰہی تونسوی سابق مدرس جامعہ قاسمیہ رحمان پورہ لاہور استاذ مقرر ہوچکے ہیں۔ پہلے درجہ میں تیس طلبہ کرام نے داخلہ لیا۔ عیدالاضحیٰ کی چھٹیوں کے بعد اضافہ ہوا کہ نہیں ہوئی۔ اس پر اللہ پاک کا شکر ادا کیا گیا اور درجہ کتب کی کامیابی کی دعاء کی گئی۔

سہ ماہی کورس ملتان میں امسال پندرہ علماء کرام نے داخلہ لیا۔ انہیں کچھ کتابیں سبقاً پڑھائی گئیں اور مرزا قادیانی کی کتب مشمولہ روحانی خزائن کا مطالعہ کرایا گیا۔ نیز انہیں رئیس قادیان مکمل مطالعہ کرایا گیا۔ پندرہ حضرات میں سے لاہور، گوجرانوالہ کے لئے دو معاون مبلغ اور راولپنڈی، کوئٹہ، بدین، سندھ کے لئے تین مبلغین کی تقرری عمل میں لائی گئی۔

مجلس کے مستقل دفاتر کراچی، حیدرآباد، سکھر، میرپور خاص، ٹنڈو آدم، رحیم یار خان، بہاولپور، بہاولنگر، لاہور، اسلام آباد، سرگودھا، چناب نگر سمیت مختلف دفاتر میں ہر ماہ فکری نشست کے انعقاد کا فیصلہ کیا گیا۔ دفتر مرکزیہ ملتان میں ہر ماہ درس اور نشست کے اہتمام کا فیصلہ ہوا۔ لٹریچر کی اشاعت حضرت مولانا قاضی احسان احمد نے مختلف عنوانات پر لٹریچر تیار کرلیا ہے۔ حضرت مولانا سعید احمد جلالپوری مدظلہ کی نظر ثانی کے بعد ۱۰ محرم الحرام کے بعد کثیر تعداد میں چھاپنے کی منظوری دی گئی۔ مرکزی مجلس عمل کا احیاء تحفظ ناموس رسالت ﷺ ایکٹ، قادیانیت سے متعلق آئینی ترامیم اور دیگر اسلامی قوانین کے تحفظ کے لئے مرکزی مجلس عمل تحفظ ختم نبوت کے احیاء کی سفارش کی گئی اور اس سلسلہ میں حضرت مولانا صاحبزادہ عزیز احمد اور حضرت مولانا اللہ وسایا پر مشتمل کمیٹی قائم کی گئی۔ جو مرکزی قائدین سے رابطہ کے بعد قائدین کا اجلاس بلا کر مجلس عمل تحفظ ختم نبوت کے احیاء کا اعلان کرے گی۔ کتاب ''قادیانی شبہات کے جوابات'' جلد دوم آئندہ تین ماہ کے لئے تقسیم کرکے اس کا مطالعہ اور مضامین کی تلخیص تجویز کی گئی اور تمام مبلغین کو کتاب تقسیم کی گئی۔

آخری قسط

سیرت سیدنا فاروق اعظمؓ!

حضرت مولانا قاری عبدالعزیز

سیدنا حضرت فاروق اعظمؓ کے اخلاق میں حب رسول ﷺ کو اہم بنیادی مرتبہ حاصل ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس محبت کے نشے سے آپ سرشار ہی نہیں تھے۔ مدہوشی کی حد تک پہنچ گئے تھے۔ اس نشے کی شدت نے آپ کو اتباع نبی کی مکمل تصویر بنا دیا تھا۔ آپ کی کوشش ہمہ وقت اس میں صرف ہوتی تھی کہ کوئی سانس، کوئی حرکت وسکون، کوئی انداز، کوئی قدم، محبوب ﷺ کی سنت کے خلاف نہ ہو جائے۔ اس ہمہ جہتی وہمہ وقتی کوشش نے آپ کو ورع وتقویٰ، زہد و پرہیزگاری، فقر و درویشی اور اخلاص وتعلق مع اللہ جیسے مقدس اوصاف میں کامل ترین بنا دیا تھا۔

تاریخی شواہد

تاریخ کی ان مستند روایات اور دیکھنے والوں کے عینی مشاہدات کو کیسے جھٹلایا جا سکتا ہے۔

1۔۔۔۔ حضرت فاروق اعظمؓ خطبے کے لئے کھڑے ہوتے ہیں تو عینی شاہد کہتا ہے کہ آپ کے تہبند میں ۱۲ پیوند میں نے گنے ہیں۔

2۔۔۔ قیصر روم کا سفیر مدینے پہنچ کر قصر شاہی کی تلاش میں سرگرداں پھرتا ہے۔ قصر خلافت کے شاہانہ جاہ وشوکت کو اس کی نگاہیں ڈھونڈھتی ہیں۔ مگر ناکام رہتی ہیں۔ پوچھنے پر معلوم ہوتا ہے کہ یہاں نہ کوئی بادشاہ ہے نہ بادشاہ کا محل۔ ہاں مسلمانوں کا امیر ضرور ہے۔ مگر وہ جنگل میں اونٹوں کی نگہبانی کرتا ہوا ملے گا۔

3۔۔۔ وہ عمرؓ جن کے نام سے قیصر و کسریٰ کے ایوانوں میں زلزلہ آ جاتا تھا۔ ان کو اس حالت میں بارہا دیکھا گیا ہے کہ جنگل میں کسی درخت کے نیچے مٹی پر پڑے سو رہے ہیں اور گرمی کی شدت سے پسینہ بہہ رہا ہے۔

قیصر روم کے نمائندے نے آپ کو اس حالت میں دیکھ کر خوب کہا تھا: ''ہمارے بادشاہ ظلم کرتے ہیں ان کا سکون چھین لیا گیا ہے۔ وہ کسی لمحہ آرام سے نہیں سو سکتے۔ لیکن اے عمرؓ! آپ نے انصاف کیا۔ سکون آپ کا حق ہے۔ آپ جہاں چاہیں جس طرح چاہیں آرام سے سو سکتے ہیں۔''

4۔۔۔ مستند تواریخ اس خبر کی بھی ذمہ دار ہیں کہ آپ کے پاس پہننے کے لئے پیوندوں سے بھرا ہوا ایک ہی جوڑا تھا۔ چنانچہ آپ ایک مرتبہ بہت دیر کے بعد گھر سے نکلے، دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ پہنے ہوئے کپڑے میلے ہوگئے تھے۔ ان کو دھو کر ڈالا جب وہ سوکھ گئے تو ان کو پہن کر باہر نکلے، دوسرا جوڑا نہیں تھا۔ اس لئے یہ زحمت برداشت کرنا پڑی۔

5۔۔۔ لباس سے گذر کر کھانے پینے میں بھی یہی زہد و قناعت کا رنگ انتہاء کو پہنچا ہوا تھا۔ یوں تو اسلام قبول فرماتے ہی آپ نے تنعمات وتلذذات کو ترک کر دیا تھا۔ صرف سادہ اور ضروری غذا رہ گئی تھی۔ لیکن زمانہ خلافت میں جب ملک کے ایک علاقہ میں قحط پڑا ہے تو گوشت اور گھی جیسی ضروری اشیاء کو بھی ترک کر دیا اور

بالکل روکھی سوکھی غذا ہوگئی۔ حتیٰ کہ کوئی معمولی کھاتا پیتا آدمی بھی آپ کی غذا میں ساتھ نہیں دے سکتا تھا۔

آپؓ کی سخت مزاجی

آپ طبعی طور پر مزاج میں کچھ شدت نہیں، کافی شدت رکھتے تھے۔ یہ طبعی شدت ہی کی انتہا تھی کہ علی الاعلان حضور اکرم ﷺ کو (نعوذ باللہ) قتل کرنے چلے تھے۔ یہ اور بات ہے کہ شکار کرنے والا خود شکار ہوگیا۔

یا جان لینے آیا تھا قاتل حضور ﷺ میں
یا اپنی جان دینا بھی منظور ہوگیا

مگر اسلام قبول کرنے کے بعد یہ شدت اعتدال بلکہ راہ راست پر آگئی تھی۔ ضمناً ایک بات عرض کرتا چلوں۔

اشدّاء کی مستند تفسیر

قطب الاقطاب حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی ”غنیۃ الطالبین“ میں فرماتے ہیں کہ حضرت سیدنا جعفر صادقؒ اپنے دادا سیدنا زین العابدینؒ سے روایت کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ اشداء علی الکفار سے مراد حضرت عمر فاروق اعظمؓ ہیں۔

ہاں تو اسلام سے پہلے آپ کی وہ شدت جس سے ہر ایک دکھ پاتا یا متاثر ہوتا تھا۔ اب اس کی تخصیص مشرکین و کفار تک رہ گئی اور کفار بھی وہ جو متحارب ہوں ورنہ ذمیوں پر (جو کفار ہی کی ایک قسم ہے) آپ اس قدر مہربان تھے کہ زندگی بھر ان کی حمایت اور ان کے حقوق کی ادائیگی کے لئے سرگرم رہے۔ اپنے زمانہ خلافت میں تاکیدی فرامین واحکام کے ذریعے برابر کوشاں رہے۔ یہاں تک کہ زندگی کے آخری لمحات میں عین وفات کے قریب بھی آپ نے ذمیوں کی جانی و مالی حفاظت ونگرانی کی سخت تاکید کی۔

اشدّیت کی حدود

کلام الٰہی سے جو آپ کی اشدیت مفہوم ہوتی ہے۔ اس کا فیصلہ تو خود کتاب اللہ نے کردیا ہے کہ اس شدت کا تعلق مسلمانوں کے ساتھ نہیں کفار کے ساتھ ہے۔ تفصیل کا موقعہ نہیں ورنہ کتنے ہی واقعات اس پر شاہد ہیں۔

پھر بھی مشہور یہی ہے کہ آپ بہت سخت مزاج تھے۔ چنانچہ جب حضرت ابوبکر صدیقؓ اپنی وفات کے وقت حضرت فاروق اعظمؓ کو خلافت کے لئے نامزد فرما رہے تھے تو اس وقت مخلص مشیروں کی طرف سے یہ بات واقعی طور پر پیش کی گئی تھی کہ ”آپ ان کو اپنا جانشین نامزد تو کر رہے ہیں مگر ان کے مزاج میں سختی بہت ہے۔“ مگر دانائے راز حضرت صدیق اکبرؓ نے جواب دیا کہ ”یہ سختی اسی وقت تک ہے جب تک ان پر خلافت کا بار نہیں پڑتا، جب ذمہ داری ان پر عائد کی جائے گی تو اس کے بار کی وجہ سے وہ خود نرم ہوجائیں گے۔“

اور بعد کے آنے والے واقعات نے حضرت صدیق اکبرؓ کی اس پیش گوئی کو حرف بحرف سچا کردکھایا۔

حقیقت یہ ہے کہ آپ دینی امور اور اسلامی مقتضیات کی تعمیل وتکمیل میں خود بھی انتہا پسند تھے اور دوسروں سے بھی اس کا مطالبہ سختی سے کرتے تھے۔ یہاں تک کہ یہ مطالبہ بسا اوقات محاسبہ کی صورت اختیار کر جاتا تھا۔ جس قدر بھی

واقعات اس قسم کے ہیں ان سب میں یہی دینی روح کارفرما نظر آئے گی۔ بایں ہمہ یہ دعویٰ کرنا کہ آپ کے اندر رقت ورحم دلی کا جذبہ موجود ہی نہیں تھا۔ ایک افتراء ہوگا۔ آپ آیت قرآنی اشداء علی الکفار کا پیکر تھے۔ تو امت میں رحماء بینھم کی بھی پوری تصویر تھے۔

آپ کا جذبۂ رحم دلی

بے شمار واقعات سے ثابت ہے۔

۱..... ابھی مذکور ہوا ہے کہ ذمیوں کے بارے میں حضرت عمرؓ کو بہت ہی خیال رہتا تھا۔ ان کے حقوق ومفادات کی تازندگی بھرپور حفاظت کی ہے۔ میرے خیال میں اس کا منشاء بھی رحم دلی کے سواء اور کچھ نہیں تھا۔

۲..... غلاموں کے ساتھ آپ کا برتاؤ نہایت ہی شفقت آمیز تھا۔ ان کی آزادی کے لئے ہر ممکن انتظام کیا۔ پہلے ذکر آچکا ہے کہ سب سے پہلے آپ ہی نے یہ حکم نافذ کیا کہ کوئی عربی غلام نہیں بنایا جاسکتا۔ دیگر غلاموں کے لئے بھی ان کی مشقت کو کم کرنے ان کو اعزہ سے دوروجدا نہ کرنے اور انہیں آزاد کئے جانے کے بہتر احکام وانتظام نافذ کئے۔ سب سے بڑھ کر یہ کہ غلاموں کو حقیر اور ذلیل سمجھنے کا جذبہ کافی حد تک کمزور کردیا اور اس کے لئے خود عملی ثبوت پیش کیا۔ چنانچہ آپ غلاموں کو اپنے ساتھ دسترخوان پر بٹھا کر کھانا کھلاتے تھے۔ آپ فرمایا کرتے تھے کہ ''خدا ان لوگوں پر لعنت کرے جو اپنے غلاموں کے ساتھ بہتر سلوک نہیں کرتے اور ان کو ذلیل سمجھتے ہیں۔''

آپ نے مسلمانوں کو جو روزینے اور عطیے عطاء کئے ان میں بندہ وآقا کا کوئی امتیاز باقی نہیں رکھا۔

بندہ وآقا کا سفر

بیت المقدس کے معاہدے کے موقع پر آپ نے جس انداز سے سفر کیا ہے وہ تاریخ کی کتابوں میں واضح الفاظ کے ساتھ مذکور ہے۔ یہاں تک کہ جب آپ منزل مقصود پر پہنچے ہیں تو غلام اونٹ پر سوار تھا اور آپ اس کی مہار تھامے ہوئے چل رہے تھے۔

غرضیکہ انسانوں کے ایک ضعیف اور کمزور طبقے کے بارے میں آپ جو بہترین طرز عمل چاہتے تھے اس کا ثبوت آپ نے اپنے قول وفعل سے ہر طرح سے بہم پہنچایا۔ اس تمام تر جدوجہد کا ماحصل بھی آپ کا جذبۂ رحم دلی ہی تھا۔

۳..... مجاہدین کے بچوں کی دیکھ بھال، ان کے گھروں کا سودا سلف لاکر دینا، ان کی دیگر بڑی سے بڑی اور معمولی سے معمولی ضرورتوں کا خیال رکھنا، یہ سب کچھ بھی آپ نے اپنے ذمہ ضروری قرار دے لیا تھا اور اس کا منشاء بھی بظاہر رحم دلی کے سواء اور کچھ نہیں ہوسکتا۔

۴..... وہی فاروق اعظمؓ جو وفات نبوی ﷺ پر شمشیر برہنہ لے کر کھڑے ہوگئے اور برملا یہ اعلان کر رہے تھے کہ ''جو شخص یہ کہے گا کہ محمد (ﷺ) وفات پاگئے اس کا سر اسی تلوار سے قلم کردوں گا۔''

اور لوگوں نے اس کی مختلف توجیہات بھی پیش کی ہیں۔ بعض نے کہا کہ اپنے مزاج کی شدت کے پیش نظر آپ اس قیامت کبریٰ کے غمناک والم پاش اثر سے متاثر نہیں ہوئے اور بعض کہتے ہیں کہ وفات نبی ﷺ کے شدید

تاثر کی وجہ سے آپ اپنے آپ میں نہیں رہ رہے تھے۔ گویا ایک حیرت کا عالم طاری ہوگیا تھا۔ بہر حال کچھ بھی ہو وہ بھی ان کی ایک کیفیت تھی اور یہ بھی ایک کیفیت ہے۔ جسے مستند تاریخوں نے ہم تک پہنچایا کہ ’’جب حضرت نعمان بن مقرن اور ان کے رفقاء کی خبر شہادت آپ کو پہنچی تو بے اختیار ہوگئے اور زار و قطار رونے لگے۔‘‘

اللہ اکبر! دنیا اور کیسی رحمدلی کا ثبوت چاہتی ہے؟ اور وہ کون سی خوبی ہے جو آپ میں موجود نہیں تھی؟۔

مذکورہ واقعہ کو پھر پڑھیے اور یاد کیجئے کہ حضرت صدیق اکبرؓ نے آپ کے متعلق کس قدر صحیح پیش گوئی کی تھی کہ ’’جب ان پر خلافت کا بار پڑے گا تو ان کی شدت خود ہی نرمی سے بدل جائے گی۔‘‘

۵...... آپؓ نے اپنی رحمدلی ہی کے تحت ملک میں ضرورتمند افراد کی غذائی ضروریات کے لئے عام لنگر خانے جاری کئے تاکہ کوئی شخص بھوکا نہ رہے۔ جس شخص کے مزاج میں ظلمت ہو وہ ایسا کام کر ہی نہیں سکتا۔

۶...... یتیموں اور بیواؤں کی خبر گیری کرنا، راتوں کو چھپ چھپ کر امت کے ضعفاء کا حال معلوم کرنا اور ان کی مطلوبہ ضرورتیں فوراً پوری کرنا، آپ کا روزانہ کا معمول تھا۔ کیا اس قدر اخلاق اولوالعزمی کا اظہار ایسا شخص کر سکتا ہے جس کے دامن میں شدت ہی شدت ہو۔

بات یہ ہے کہ فیضان رسالت سے فیضیاب ہونے والے اور جناب رحمۃ للعالمین ﷺ کے پروردۂ خاص حضرت فاروق اعظمؓ میں اگر رفق و رحمت کا وصف نہ ہوتا تو اور کس میں ہوتا؟ حضور اکرم ﷺ کے اعجاز تربیت کا تو کرشمہ ہی صرف یہ تھا کہ ان کو حضرت عمرؓ نہیں رکھا بلکہ جامع الاوصاف عمرؓ بنادیا اور ایسا کہ ہر وصف اپنے کمال کے ساتھ اپنی حد اور مقدار میں موجود ہے کسی وقت بھی ان میں خلط نہ ہونے پائے۔

یہی وجہ ہے کہ حضرت فاروق اعظمؓ رفق و ملاطفت کے وقت سراپا رحم و کرم نظر آتے تھے۔ گویا صاف معلوم ہوتا تھا کہ فیضان رسالت نے آپ کو شان رحمۃ للعالمینی کا پورا مظہر بنادیا ہے۔ لیکن جس موقعہ پر جلال و شدت کی ضرورت ہوتی تھی اس وقت آپ اسی وصف کا مظہر اتم نظر آتے تھے۔ اس لئے کہ رسالت ﷺ کی ایک خاص شان یہ بھی تھی اور آپ بارگاہ رسالت ﷺ ہی کے خاص پروردہ تھے۔ آپ کی سیرت کے یہ مختلف پہلو حضور ﷺ کی موجودگی میں روشن اور مشہور تھے اور حضور ﷺ کے بعد آپ ہی کے طفیل ان میں مزید اعلیٰ سے اعلیٰ کمال حاصل ہوا۔

فاروق اعظمؓ کی عظمت کے شخصی فوائد

حضرت فاروق اعظمؓ کے یہی علمی و عملی کمالات تھے۔ جن کی بناء پر اساطین امت نے آپ کی عظمت وجلالت کا اعتراف کیا ہے۔

۱...... حضرت ابن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ علم کے دس حصوں میں سے ایک حصہ ساری امت کو دیا گیا ہے اور نو حصے حضرت عمرؓ کو دیئے گئے ہیں۔ حضرت ابن مسعودؓ کی اس شہادت کو آپ محض ستائش آرائی نہ سمجھیں بلکہ ایک نظر تاریخی شواہد پر بھی ڈال لیں۔ حضرت عمرؓ کے قضایا (فیصلے) آپ کے مجتہدات، محکم اصول پر مبنی مضبوط نظریات اور آپ کے شرعی و انتظامی تفردات کو ابواب و فصول کے تحت جمع کرنے کی کوشش کی جائے تو عمرؓ کے نام سے ایک دو نہیں متعدد ضخیم مجلدات تیار ہوجائیں۔ فقہ کا معمولی طالب علم بھی آپ کے فیصلے اور احکام کا مطالعہ کر کے

ان کی گہرائی، گیرائی ندرت و پنہائی پر حیران رہ جاتا ہے۔

۲ امیر المؤمنین سیدنا علیؓ کا ارشاد گرامی ملاحظہ فرمائیں، فرماتے ہیں ''جب صالحین کا ذکر کرو تو حضرت عمرؓ کو ضرور یاد کرلو۔'' اس فرمان کی سب سے بڑی اہمیت تو یہی ہے کہ یہ ایسے گرامی مرتبت انسان کی طرف منسوب ہے جو فضائل ومناقب اور مکارم ومحاسن میں خود بھی جلیل القدر مقام رکھتا ہے۔ دوسرے اس میں جامعیت بہت ہی زائد ہے۔ مقام مدحت میں صالحین کا لفظ اختیار کرنے میں عظیم فائدہ یہ بھی ہے کہ آپ کے سارے کمالات کی طرف ایک جامع اور لطیف اشارہ ہو جاتا ہے۔

۳...... امیر المؤمنین سیدنا عثمان غنیؓ فرماتے ہیں کہ ''اللہ عمرؓ کی قبر کو روشن کرے۔ جنہوں نے تراویح کی جماعت کا نظم قائم کر کے مساجد کو مزین کر دیا ہے۔''

۴.... سیدنا حضرت جعفر صادقؒ فرماتے ہیں کہ ''میں اس شخص سے سخت بیزار ہوں جو حضرت ابوبکر صدیقؓ اور حضرت عمرؓ کو بھلائی سے یاد نہ کرے۔''

۵.... حضرت نافعؒ نے ایک سلسلۂ گفتگو میں حضرت فاروق اعظمؓ کے متعلق فرمایا کہ ''ہر نیک کام میں آپ کی کوشش انتہاء کو پہنچی ہوئی تھی اور آپ ہر کام نہایت عمدگی اور بہتری کے ساتھ کرتے تھے۔ یہاں تک کہ اسی روش پر آپ کا انتقال ہوا۔'' یہ ایک ایسے عینی شاہد کی شہادت ہے جس نے حضرت عمرؓ کو بہت قریب سے دیکھا تھا۔ الفاظ پر غور کریجئے اور پھر دیکھئے کہ کان اجدوا جود سے بڑھ کر آپ کا مکمل سراپائے علم وعمل اور کیا ہو سکتا تھا۔

یہی علم کی جامعیت اور عمل کی پختگی تھی۔ جس نے آپ کو محبوب خلائق بنا دیا۔ پبلک کو اپنے حکمران سے شکایات اس وقت ہوتی ہیں جب کہ ان کے جائز حقوق ومطالبات پورے نہ کئے جائیں۔ لیکن زمانۂ خلافت فاروقی میں اس قسم کی شکایات کا کوئی وجود ہی نہیں تھا۔ ان کے مبارک دور میں وسعت حکومت کے باوجود ہر حقدار کو اس کا حق پہنچ رہا تھا۔ اس لئے آپ سے ڈرنے والے وہی چند افراد ہو سکتے ہیں۔ جن کو اپنی کسی کوتاہی کی وجہ سے مواخذہ اور احتساب کا ڈر ہو۔ ورنہ جمہور مسلمان تو آپ سے دلی محبت ہی رکھتے تھے اور ایسا کیسے نہ ہوتا جب کہ۔

۶...... حسب قول امام محمد بن سیرینؒ تمام امت کا یہ ایمانی وقلبی فیصلہ ہے کہ ''جو شخص نبی اکرم ﷺ سے محبت رکھتا ہو اس کے متعلق یہ گمان بھی نہیں کیا جا سکتا کہ وہ حضرت صدیق وفاروق اعظمؓ سے محبت نہ رکھے اور ان کی شان میں گستاخی کرے۔''

۷..... اور ان سب سے بڑھ کر لائق توجہ خود حضور خاتم الرسل ہادی السبل فخر کونین رسول ﷺ کا ارشاد ہے۔ ذرا غور فرمائیں اور صورت واقعہ ملاحظہ کریں۔ حضرت عمرؓ فاروق نے ایک مرتبہ حضرت ابوبکرؓ صدیق کو مخاطب فرماتے ہوئے فرمایا ''اے تمام انسانوں میں سب سے بہتر!''

حضرت ابوبکر صدیقؓ نے فرمایا کہ ''اے عمرؓ! کیا آپ مجھے اس لقب سے یاد کرتے ہیں۔ حالانکہ میں نے خود اللہ کے رسول ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ عمرؓ سے بہتر کسی آدمی پر کبھی سورج طلوع نہیں ہوا۔''

سبحان اللہ! زبان رسالت ﷺ سے خیر الامت ہی کا نہیں خیر الناس کا لقب مل رہا ہے۔

اللہ اکبر! اس سے بڑھ کر حضرت فاروق اعظمؓ کی عظمت وشان اور کیا ہوگی اور بات جب ارشاد نبوی کی آ گئی ہے تو آیئے مزید معلومات حاصل کرلیں۔ کچھ حضورﷺ کے اور ارشادات عالیہ مطالعہ میں لے آئیں تاکہ اس بات کے سمجھنے میں پوری آسانی ہوجائے کہ استاد کی بابرکت نظروں میں شاگرد کی مزید حیثیت کیا ہے۔ یاد رکھئے کہ استاد وہ ہے جس کے متعلق کہا گیا ہے:

یتیمے که ناکردہ قرآں درست
کتب خانہ چند ملت بشست

اور شاگرد وہ ہے جو مشیت الٰہی اور انتخاب خداوندی کے تحت چالیسویں نمبر پر داخل درس اور شامل جماعت ہوا ہے۔

یاد رکھئے! نبی کو نبوت چالیس سال ہی میں ملتی ہے۔ انسانی عقل کو کمال بھی چالیس سالہ ہونے پر ہی ملتا ہے۔ اسلامیوں بلکہ قدوسیوں کی جو جماعت حضورﷺ کے زیر سایہ تشکیل وتربیت پارہی تھی اس کی پختگی اور عزت کے لئے بھی بنیادی پتھر حضرت فاروق اعظمؓ کو بنایا گیا کہ آپ چالیسویں نمبر پر اسلام لائے۔ دراصل آپ ہی کے اسلام لانے پر یہ جماعت پورے طور پر جماعت بنی۔ اب دیکھئے کہ اس شاگرد نے استاد کی بارگاہ میں کیا مقام حاصل کیا۔ اس کا جواب ذیل کی سطور میں ملے گا۔

آقائے نامدار سرکار دوعالمﷺ فرماتے ہیں۔

۱..... ’’لاریب اللہ نے عمرؓ کی زبان ودل پر حق کو جاری وساری کردیا ہے۔‘‘

ایک واقعہ کے ذیل میں حضورﷺ نے فرمایا۔

۲..... ’’میں دیکھ رہا ہوں کہ جناتی اور انسانی شیاطین عمرؓ سے بھاگتے ہیں۔‘‘

حضورﷺ اپنا ایک خواب بیان فرماتے ہیں (اور اس بات کو پہلے ہی ملحوظ رکھیں کہ حسب تصریح حضرت ابن عباسؓ پیغمبروں کا خواب وحی ہوتا ہے۔)

۳..... ’’میں نے جنت میں سونے کا ایک محل دیکھا۔ میں نے پوچھا کس کا محل ہے تو جواب دیا گیا کہ عمر بن الخطابؓ کا۔‘‘

ایک مرتبہ فخر موجودات سرور کائناتﷺ نے لوگوں سے مخاطب ہوکر فرمایا کہ تمہارے سامنے جنت والوں میں سے ایک آدمی ظاہر ہوا چاہتا ہے۔ اس فرمان کے بعد متصلاً ہی حضرت ابوبکر صدیقؓ تشریف لائے حضورﷺ نے پھر فرمایا۔

۴..... اہل جنت میں سے ایک شخص ابھی ابھی آنے والا ہے اور اس فرمانے کے بعد حضرت عمر بن خطابؓ تشریف لائے۔

حضور اکرمﷺ نے ایک پیش آمدہ صورت حال کے بعد حضرت عمرؓ سے یہ بات برملا طور پر فرمائی۔

۵..... ’’اے عمرؓ! جس راستے پر تم چل رہے ہوگے اس پر تمہیں شیطان چلتا ہوا کبھی نہیں ملے گا۔ وہ

مجبور ہوگا کہ اپنا راستہ بدل کر دوسرا راستہ اختیار کرے۔“

ایک مرتبہ حضور سرکار دو عالم ﷺ جبل احد پر تشریف لے گئے۔ اس موقعہ پر پہاڑ میں کچھ حرکت سی پیدا ہوئی آپ ﷺ نے فرمایا۔

۶...... ”اے احد! ٹھہر جا!! اس لئے کہ اس وقت تیرے اوپر ایک نبی ہے ایک صدیق ہے اور دو شہید ہیں۔“

ایک مرتبہ حضور ﷺ نے اپنی (غالباً) منا کی سیر کا ذکر فرمایا کہ میں جنت میں داخل ہوا۔ وہاں ایک محل دیکھا میں نے اس کی خوبصورتی کے پیش نظر پوچھا کہ یہ محل کس کا ہے۔ جواب عرض کیا گیا کہ عمر بن الخطابؓ کا۔ حضور ﷺ فرماتے ہیں کہ:

ے...... ”میرا جی چاہا کہ میں اس محل کے اندر داخل ہو جاؤں۔ مگر اے عمرؓ مجھے تمہاری غیرت یاد آ گئی۔ اس لئے میں اس کے اندر نہیں گیا۔“

یہ سن کر حضرت عمر فاروق اعظمؓ رو پڑے اور عرض کیا کہ حضور ﷺ! آپ پر میرے ماں باپ قربان! کیا میں آپ ﷺ پر بھی غیرت کروں گا؟

حضور اکرم ﷺ کے ان اوشادات مبارکہ کی روشنی میں حضرت فاروق اعظمؓ کی جو رفعت مقام اور جلالت مرتبت ظاہر ہے اس میں کسی شک وشبہ کی گنجائش نہیں۔ ضرورت تھی کہ ہر ہر ارشاد نبوی پر تفصیلی بحث ہوتی۔ لیکن وقت کی گنجائش کے مطابق جو کچھ تحریر کر دیا ہے حصول ثواب اور خیر وبرکت کے لئے یہی کافی ہے۔ واللہ اعلم بالصواب!

تحفظ ناموس رسالت قانون کو منسوخ نہیں ہونے دیا جائے گا

تحفظ ناموس رسالت کے قانون میں ترمیم نہیں ہونے دی جائے گی۔ اس کے لئے اپنا تن من دھن سب کچھ قربان کر دیں گے۔ ان خیالات کا اظہار عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت ٹنڈو آدم کے مجاہدین ختم نبوت کے سہ ماہی تربیتی کنونشن سے خطاب کے دوران علمائے ختم نبوت نے کیا۔ کنونشن کی صدارت سفیر ختم نبوت حضرت مولانا علامہ احمد میاں حمادی صاحب نے کی۔ کنونشن میں حضرت مولانا محمد راشد مدنی، حضرت مولانا مفتی محمد طاہر مکی، جناب حکیم حفیظ الرحمن، جناب محمد اعظم قریشی، جناب ڈاکٹر محمد خالد آرائیں، جناب حافظ محمد فرقان انصاری، جناب ماسٹر محمد سلیم، جناب حافظ محمد زاہد حجازی، جناب حافظ محمد طارق حمادی اور دیگر پانچوں یونٹوں کے عہدیداروں نے شرکت کی۔ کنونشن سے خطاب کرتے ہوئے علمائے کرام نے کہا کہ حکومت توہین رسالت کے قانون میں ترمیم کرنے کی تیاری کر رہی ہے۔ جسے مسلمان کسی بھی صورت میں برداشت نہیں کریں گے۔ مسلمان اپنا تن، من دھن سب کچھ محمد عربی ﷺ کی عزت وناموس پر قربان کرنے کو اپنی سعادت سمجھتے ہیں۔ کنونشن میں مطالبہ کیا گیا کہ قادیانیوں کو آئین کا پابند بنایا جائے۔ قادیانیوں کو پاکستان کے تمام کلیدی عہدوں سے برطرف کیا جائے۔ آخر میں تمام مجاہدین نے حضرت مولانا علامہ احمد میاں حمادی صاحب کو حج کی سعادت حاصل کرنے پر مبارکباد دی۔

سیدنا حضرت ابوہریرہؓ!

ادارہ

حضرت ابوہریرہؓ حضورﷺ کے ان صحابہ میں سے تھے جن کی زندگی میں فقر و مسکنت کا پہلو بے حد نمایاں تھا۔ لیکن فقر و عسرت کے سخت ترین لمحات میں بھی صبر کا دامن آپ کے ہاتھ سے نہیں چھوٹتا تھا۔ بعض اوقات بھوک کی شدت سے پیٹ پر پتھر باندھ لیتے تھے۔ دن دن بھر اور رات رات بھر اس طرح بھوکے گزر جاتے کہ ایک دانہ بھی منہ میں نہ جاتا۔ اپنا حال بیان کرتے ہوئے خود فرماتے ہیں کہ:

''میرا حال یہ تھا کہ جہاں کچھ میرے پیٹ میں پڑ جاتا حضورﷺ کی خدمت میں حاضر ہو جاتا تھا۔ تاکہ آپﷺ کے ارشادات سے مستفید ہو سکوں۔ یہی وجہ تھی کہ نہ میں خمیری روٹی کھا سکتا تھا اور نہ عمدہ کپڑے پہن سکتا تھا اور نہ ہی کوئی غلام یا باندی مجھے خدمت کے لئے میسر تھی۔ کیونکہ یہ باتیں کچھ کمانے کو چاہتی تھیں۔ جب بھوک ستاتی تو اکثر یہ طریقہ اختیار کرتا کہ کسی صاحب سے قرآن پاک کی کوئی آیت پڑھنے کی فرمائش کرتا۔ درآں حالیکہ وہ آیت مجھے خود یاد ہو جاتی۔ مقصد یہ ہوتا تھا کہ اس طرح وہ صاحب مجھ سے اپنے ساتھ چلنے کو کہیں اور پھر شاید میری بھوک کا حال محسوس کر کے مجھ سے کھانے کو بھی کہیں۔ یعنی صاف صاف میں اپنی حاجت کسی کے سامنے نہیں رکھتا تھا۔''

مزید فرماتے ہیں کہ میں ان ستر اہل صفہ میں سے تھا جن میں سے کسی کے پاس باقاعدہ ایک چادر تک نہ ہوتی تھی۔ کوئی کملی یا ایک کپڑا جس کو وہ اپنی گردن میں باندھ لیتے تھے ان کا پورا لباس ہوتا۔ بھوک سے بھی پریشان رہتے تھے۔ نماز کے وقت کے علاوہ ان میں سے کوئی گھر سے نکل کر مسجد نبوی کا رخ کرتا تو اس کا واحد سبب بھوک ہوتی تھی۔ اکثر ایسا محسوس ہوتا کہ وہاں اسی حال میں مبتلا کچھ اور لوگ مل جاتے تھے۔ ایک دن میں اسی حالت میں نکل کر مسجد نبوی پہنچا تو کچھ لوگ ملے اور پوچھا ابوہریرہؓ تم کو اس وقت کس چیز نے نکالا؟۔ میں نے کہا بس بھوک نے۔ کہنے لگے اللہ کی قسم ہم کو بھی بھوک ہی نے نکلنے پر مجبور کیا ہے۔ چنانچہ طے ہوا کہ چلو حضورﷺ کی خدمت میں چلیں۔ پس ہم سب اٹھ کر چلے اور حضورﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپﷺ نے دریافت فرمایا کہ اس وقت کیسے آئے ہو۔ عرض کیا کہ یارسول اللہﷺ بھوک لائی ہے۔ رسول اللہﷺ نے کھجوروں کا ایک طباق منگوایا اور ہم میں سے ہر شخص کو دو دو کھجوریں دیں اور فرمایا یہ دو کھجوریں کھاؤ اور اس کے بعد پانی پیو۔ یہی دو کھجوریں تمہیں آج کے لئے کافی ہوں گی۔

حضرت ابوہریرہؓ کہتے ہیں کہ میں نے ایک کھجور کھالی اور دوسری کھجور اپنے دامن میں اٹھا کر رکھ لی۔ حضورﷺ نے دریافت کیا کہ ابوہریرہؓ تم نے یہ کھجور کس کے لئے اٹھا کر رکھ لی؟۔ میں نے عرض کیا کہ یارسول اللہﷺ میں نے یہ اپنی والدہ کے لئے رکھی ہے۔ آپﷺ نے فرمایا تم اس کو کھا لو۔ ہم ان کے لئے تم کو دو کھجوریں دیں گے۔ چنانچہ میں نے وہ کھجور بھی کھالی اور حضورﷺ نے مجھے والدہ کے لئے مزید دو کھجوریں عنایت فرمائیں۔

اولاد بے شک ایسی ہی ہونی چاہئے۔ سبحان اللہ! حضرت ابوہریرہؓ آپ بحیثیت ایک بیٹے کے بھی کتنے

اچھے تھے۔ آپ کو اکثر اتنی شدید بھوک کی تکلیف ہو جاتی تھی کہ منبر شریف اور حضرت عائشہؓ کے حجرہ کے درمیان بے ہوش ہو کر گر پڑتے تھے اور کوئی گزرنے والا آپ کو جنون زدہ سمجھ کر سینہ پر بیٹھ جاتا تھا۔ ابوہریرہؓ اس وقت سر اٹھا کر اس سے کہتے کہ: ''بھائی تم کو غلط فہمی ہوئی ہے۔ یہ بھوک کی تکلیف سے ہے۔''

بعض وقت سیدھا بیٹھا نہ جاتا تو کہنی سے زمین پر ٹیک لگا کر نیم دراز ہو جاتے اور پیٹ پر پتھر باندھ لیتے تھے۔ فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ ایسے ہی میں بیٹھا ہوا تھا کہ حضرت ابوبکرؓ گزرے تو میں نے ان سے قرآن مجید کی ایک آیت کے متعلق کچھ معلوم کیا۔ مقصد صرف یہ تھا کہ اس بہانہ سے وہ اپنے ساتھ مجھے لے جائیں گے اور کچھ کھلا دیں گے۔ لیکن وہ یونہی گزر گئے۔ مجھے ساتھ نہیں لیا۔ ان کے بعد حضرت عمرؓ گزرے۔ انہوں نے بھی ایسا ہی کیا۔ یہاں تک کہ رسول اللہ ﷺ کا گزر ہوا۔ آپ ﷺ نے میرے چہرے سے بھوک کا اندازہ فرمالیا۔ ارشاد ہوا کہ:

''ابوہریرہؓ! میں نے عرض کیا حضور ﷺ! حاضر ہوا۔ میں آپ ﷺ کے ساتھ خانہ اقدس پہنچا۔ آپ ﷺ نے وہاں ایک پیالہ میں دودھ رکھا ہوا پایا۔ اہل خانہ سے دریافت فرمایا کہ یہ کہاں سے آیا ہے؟۔ جواب ملا کہ فلاں شخص نے آپ ﷺ کے لئے بھیجا ہے۔ مجھ سے فرمایا کہ ابوہریرہؓ اہل صفہ کے پاس چلے جاؤ اور سب کو بلا لاؤ۔ اہل صفہ اسلام ہی کے مہمان تھے۔ نہ ان کا گھر تھا اور نہ ہی ان کے پاس مال تھا۔ جب رسول اللہ ﷺ کے پاس کوئی صدقہ آتا تو آپ ﷺ اس کو ان کے پاس بھیج دیتے اور خود اس میں سے کچھ استعمال نہ فرماتے اور جب آپ ﷺ کے پاس کوئی ہدیہ آتا تو استعمال فرماتے اور اہل صفہ کو بھی شریک فرماتے۔ حضرت ابوہریرہؓ کہتے ہیں کہ اس وقت مجھے آپ ﷺ کا ان لوگوں کے بلانے کے لئے بھیجنا کچھ گراں ہوا۔ میں نے سوچا میں تو اس امید میں تھا کہ یہ دودھ مجھ ہی کو ملے گا اور اسے پی کر کچھ جان آئے گی۔ یہ اتنا سا دودھ بھلا تمام اہل صفہ میں کیا کرے گا۔ لیکن اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت تو ضروری تھی۔ میں اہل صفہ کے پاس آیا اور رسول اللہ ﷺ کا پیغام پہنچایا۔ تمام اہل صفہ آگئے۔ جب وہ سب بیٹھ گئے تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ ابوہریرہؓ اس کو لو اور ان سب کو دو۔ میں ہر شخص کو دینے لگا۔ ان میں سے ہر شخص نے خوب خوب سیر ہو کر پیا۔ حتیٰ کہ میں نے سب کو فارغ کر دیا اور بقیہ رسول اللہ ﷺ کے سامنے پیش کر دیا۔ آپ ﷺ نے میری طرف سر اٹھا کر مسکراتے ہوئے فرمایا اب ہم اور تم باقی رہے۔ میں نے عرض کیا جی ہاں حضرت۔ آپ ﷺ نے فرمایا لو پیو۔ میں نے پیا۔ پھر فرمایا پیو۔ میں نے پھر پیا۔ آپ ﷺ برابر فرماتے رہے اور میں پیتا رہا۔ یہاں تک کہ میں نے عرض کیا قسم ہے اس ذات کی جس نے آپ ﷺ کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا۔ اب مزید گنجائش نہیں ہے۔ پس وہ باقی دودھ آپ ﷺ نے لے لیا اور خود نوش فرمالیا۔''

اس فقر و عسرت کے ساتھ ذرا حضرت ابوہریرہؓ کی خودداری بھی دیکھئے۔ ایک مرتبہ واقعہ بیان فرماتے ہیں کہ: ''میں عمر بن خطابؓ کے پاس پہنچا۔ وہ نماز کے بعد کچھ تسبیحات پڑھ رہے تھے۔ میں ان کے پاس کھڑا ہو کر انتظار کرنے لگا۔ جب وہ فارغ ہوگئے تو میں قریب گیا اور کہا مجھے قرآن مجید کی چند آیات پڑھا دیجئے۔ فرماتے ہیں کہ اس وقت میری اصلی نیت کھانے کی تھی۔ انہوں نے مجھے سورت آل عمران کی چند آیتیں پڑھا دیں۔ جب آپ گھر پہنچے تو مجھ کو دروازہ پر ہی چھوڑ کر اندر داخل ہوگئے۔ میں نے سوچا شاید آپ کپڑے بدلیں گے اور پھر میرے

لئے کھانے کو کہیں گئے۔لیکن جب کافی دیر ہوگئی اور میں نے کچھ نہ پایا تو واپس چل پڑا۔ سامنے سے رسول اللہ ﷺ تشریف لا رہے تھے۔آپ ﷺ نے مجھ سے کچھ گفتگو فرمائی اور پھر فرمایا کہ ابو ہریرہؓ یہ تمہارے منہ سے سخت بو کیسی ہے۔میں نے عرض کیا کہ ہاں یارسول اللہ ﷺ میں بغیر افطار کئے مسلسل روزہ سے ہوں اور ایسی کوئی چیز میرے پاس نہیں ہے کہ میں اس سے افطار کرلوں۔آپ ﷺ نے فرمایا اچھا چلو۔میں گھر تک ساتھ چلا گیا۔آپ ﷺ نے اپنی ایک باندی کو پکارا۔پھر ارشاد فرمایا کہ ذرا یہ پیالہ اٹھاؤ۔وہ پیالہ لے آئی۔اس میں کچھ تھوڑا سا بچا ہوا کھانا تھا۔شاید جو تھے۔جس میں سے آپ نے تناول فرمایا تھا اور کناروں میں سے تھوڑا سا لگا ہوا تھا جو رہ گیا تھا۔میں نے بسم اللہ کی اور سمیٹ سمیٹ کر کھانے لگا۔یہاں تک کہ شکم بھر گیا۔“

مسکینی اور یتیمی کی حالت

حضرت ابو ہریرہؓ اکثر فرمایا کرتے تھے کہ میں نے یتیمی کی حالت میں پرورش پائی اور بحالت مسکینی ہجرت کی۔میں بسرہ بنت غزوان کے یہاں مزدوری کرتا تھا۔میری اجرت کھانا اور سواری تھی۔جب میرے والد مالک کہیں ٹھہرتے تو میں ان کی خدمت کرتا اور جب سوار ہوتے تو حدی خوانی کرتا۔پھر اللہ کا کرنا ایسا ہوا کہ یہی بسرہ بنت غزوان میرے حبالۂ عقد میں آ گئیں۔

امام التابعین سعید ابن مسیب پیدائش ۱۳ ہجری تا وفات ۹۴ ہجری فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت ابو ہریرہؓ کا یہ حال دیکھا کہ آپ بازار کا چکر لگاتے پھر گھر واپس آتے اور فرماتے کیا تمہارے پاس کچھ کھانے کو ہے؟۔اگر گھر والے کہتے کہ کچھ نہیں ہے تو فرماتے بس میں روزہ سے ہوں۔

ان تنگ حالیوں کے باوجود آپ کا نفس کھانے کا حریص کبھی نہیں ہوا اور کبھی آپ کے نفس پر پیٹ کی طمع نے غلبہ نہیں پایا۔ہمیشہ اتنے پر اکتفا کرتے تھے جتنا کہ کم سے کم آپ کے لئے کافی ہوتا۔اگر آپ کے پاس پندرہ کھجوریں ایک ساتھ ہو جاتیں تو پانچ کھجوروں سے افطار کرتے اور پانچ سحری کے وقت کھاتے اور بقیہ پانچ کو افطاری کے لئے رکھ لیتے۔

آپ پر فقر کی آزمائشوں کا طویل زمانہ گزرا۔یہاں تک کہ اللہ کی رحمت سے خوشحالی اور فارغ البالی کا دروازہ آپ پر کھلا۔اس وقت آپ پر شکر غالب ہوا۔ہمیشہ اپنے ایام فقر کو یاد رکھتے تھے۔لوگوں کو اللہ کی نعمتیں یاد دلاتے۔نیز رسول اللہ ﷺ کی پیروی کرنے کی ترغیب دیتے تھے۔

ایک دفعہ ایک جماعت کے پاس سے آپ کا گزر ہوا جن کے سامنے بھنی ہوئی بکری رکھی تھی۔انہوں نے آپ کو کھانے کی دعوت دی تو آپ نے انکار فرمادیا اور کہا رسول اللہ ﷺ تو اس حال میں دنیا سے رخصت ہوئے تھے کہ جو کی روٹی بھی شکم سیر ہوکر نہیں کھائی تھی۔

مضارب بن حزن کہتے ہیں کہ میں ایک دفعہ رات کو سفر کررہا تھا۔کیا دیکھتا ہوں کہ ایک شخص تکبیر کہہ رہا ہے۔جب میرا اونٹ اس کے قریب پہنچ گیا تو میں نے کہا یہ کون ہے؟۔جواب ملا کہ ابو ہریرہؓ۔میں نے کہا یہ تکبیر کیسی؟۔کہا شکر کی۔میں نے کہا کس چیز پر۔کہا میں بسرہ بنت غزوان کا خادم تھا۔پھر ایسا زمانہ آیا کہ اللہ نے ان کے

ساتھ میری شادی کروادی۔ اب وہ میری بیوی ہیں۔ اس دور میں آپ کے یہاں جب بھی مہمان آتے تو آپ اپنی والدہ ماجدہ کے پاس آدمی بھیجتے کہ آپ کا بیٹا آپ کو سلام کہتا ہے اور عرض کرتا ہے کہ کچھ کھانے کے لئے بھیجئے۔ آپ کی والدہ طشت میں تین ٹکیاں رکھ کر اور تھوڑا سا روغن زیتون اور نمک ساتھ رکھ کر بھیجتیں۔ جب آدمی ان مہمانوں کے سامنے اس کو رکھتا تو حضرت ابوہریرہؓ کے منہ سے تکبیر بلند ہوتی اور فرماتے تعریف ہے اس اللہ کے لئے جس نے یہ غذا بخشی۔ ایک وقت وہ تھا جب ہمارا کھانا صرف کھجور اور پانی ہوتا تھا۔''

حضرت ابوہریرہؓ نے اپنی اس خوشحالی کے زمانہ میں جب بھی بڑھیا قسم کا لباس پہن لیتے تو اپنے آپ کو اٹھلاتا ہوا محسوس کرتے اور فوراً کہہ اٹھتے واہ واہ آج ابوہریرہؓ کتانی لباس میں اکڑ رہے ہیں۔ حالانکہ میں نے اسے اس حال میں بھی دیکھا ہے کہ وہ منبر شریف اور حضرت عائشہؓ کے حجرے کے درمیان گر پڑے اور کوئی آنے والا اسے دیکھ کر جنون زدہ سمجھتا۔ حالانکہ یہ صرف بھوک ہوتی تھی۔ حضرت ابوہریرہؓ نے علم نبوت حاصل کرنے میں جو تکلیفیں اٹھائی اس کا اندازہ اس مضمون ہذا سے کیا جاسکتا ہے۔

تبصرہ کتب!

تبصرہ کے لئے دو کتابوں کا آنا ضروری ہے

کمالات عثمانی (تجلیات عثمانی): مصنف: پروفیسر انوار الحسن شیرکوٹی: صفحات: ۶۲۸: قیمت: درج نہیں: ملنے کا پتہ: ادارہ تالیفات اشرفیہ چوک فوارہ ملتان!

دار العلوم دیوبند، جامعہ اسلامیہ ڈابھیل کے شیخ التفسیر اور پاکستان کے پہلے شیخ الاسلام حضرت مولانا علامہ شبیر احمد عثمانی صاحبؒ کی حیات مبارکہ کے حالات وواقعات پر جامع مزین مستند تاریخی، دستاویز پروفیسر انوار الحسن شیرکوٹی نے مرتب کی تھی۔ جو تجلیات عثمانی کے نام پر پہلی بار شائع ہو کر نایاب ہوگئی۔ اب اس کا ملنا جوئے شیر لانے کے مترادف تھا۔ اللہ رب العزت نے ادارہ تالیفات اشرفیہ کے سربراہ حضرت مولانا محمد اسحق کے دل میں داعیہ پیدا کی۔ انہوں نے اس کتاب کو چمکتے دمکتے موتیوں کی طرح کمپیوٹر پر شائع کر دیا۔ فتح الملہم اور تفسیر عثمانی کے مصنف کو چلتے پھرتے جس نے دیکھنا ہو اس کتاب کا مطالعہ کر لے۔

خطبات حضرت جیؒ: خطیب: حضرت مولانا محمد یوسف کاندھلویؒ: صفحات: ۴۸۰: قیمت: درج نہیں: ملنے کا پتہ: ادارہ تالیفات اشرفیہ چوک فوارہ ملتان!

آج سے نصف صدی قبل امیر التبلیغ حضرت مولانا محمد یوسف کاندھلویؒ نے مسجد نبوی کے پاکیزہ اور نورانی ماحول میں تبلیغی جماعت کے سوز وساز والے دل ودماغ کے ساتھ مختلف مجلسوں میں مواعظ ارشاد فرمائے۔ ہمارے محترم مولانا محمد اسحاق صاحب کے ہاتھ ان کا مسودہ چڑھ گیا۔ ان کا سوز رومیؒ، ساز رازیؒ اور جنون مجنون جاگ اٹھا۔ انکی [redacted]ت قائم کرائے۔ کمپیوٹر پر کامل تصحیح کے ساتھ شائع کر دیا ہے۔ پڑھیے اور سر دھنئے۔

ناموس رسول اور سرفروشان اسلام!

حضرت مولانا محمد منظور نعمانیؒ

ابھی اس وقت کی یاد ہمارے دلوں میں محفوظ ہے۔ جبکہ ہمارے اقبال کا پرچم دنیا کے بڑے حصہ پر لہرا رہا تھا۔ انسانی آبادی کا بڑا رقبہ ہمارے زیرنگیں تھا۔ زمین کے گوشہ گوشہ پر اسلامی شوکت وسطوت کا ڈنکہ بج رہا تھا۔ اقتدار ہمارا غلام تھا اور دولت ہماری کنیز، اور دنیا کی کوئی طاقت نہیں تھی کہ مسلمانوں کی طرف آنکھ اٹھا کر دیکھ سکتی۔

لیکن ہماری بداعمالیوں اور سیہ کاریوں کی بدولت وہ حالت قائم نہ رہی۔ ہمارا اقبال رخصت ہوا، ہمارا عروج زوال سے بدل گیا، ہمارا کارواں لٹ گیا، ہماری سلطنت تاراج ہوئی، ہم سے دولت چھن گئی، ہم مفلس اور دنیا والوں کی نظروں میں ذلیل ہوگئے اور بے شک آج ہم بیکس ہیں، محروم ہیں۔

لیکن الحمدللہ کہ خدا کا یقین اور اس کی عظمت، رسول پر ایمان اور اس کی محبت جو غیر فانی دولت اور ازلی امانت ہے، ہمارے سینوں میں محفوظ ہے اور یہی وہ چیز ہے جو مسلم کی طغرائے امتیاز ہے اور دنیا و مافیہا اور حتیٰ کہ اپنے دل و جان سے بھی زیادہ وہ اس کو عزیز رکھتا ہے۔

مسلمان سے اس کی دولت وثروت چھینی جاسکتی ہے۔ اس کی آبروریزی کی جاسکتی ہے۔ اس کے ماں باپ کو گالیاں دی جاسکتی ہیں۔ اس کو مارا پیٹا جاسکتا ہے۔ حتیٰ کہ اس کی جان بھی لی جاسکتی ہے اور ان تمام چیزوں پر وہ صبر بھی کرسکتا ہے۔ لیکن یہ ناممکن ہے کہ اس کے سامنے اس کے روحانی سرتاج، اس کے آقا و مولا ﷺ پر حملہ کیا جائے اور وہ اسے برداشت کرسکے۔ کیونکہ اس کا ایمان ہے کہ خدا اور اس کے رسول کی عظمت وعزت کی حفاظت دنیا اور آخرت کی ہر چیز پر مقدم ہے۔ ہر مؤمن کا خدا سے معاہدہ ہے کہ تیرے نام کی عزت اور تیرے رسول کے ناموس کے لئے جان تک کی قربانی پیش کرنے سے دریغ نہیں کروں گا اور مسلمان زندگی میں جتنی بار ”لا الٰہ الا اللہ محمد الرسول اللہ“ پڑھتا ہے درحقیقت وہ اس معاہدے کی تجدید کرتا ہے۔ قرآن نے اس کو بتلایا ہے کہ مسلمان اسی وقت تک حقیقی ایمان کا حامل ہے جب تک وہ اپنے دھن دولت، مکانات، باغات، عزیز واقارب، بھائی بہن، ماں باپ، بیوی بچے، حتیٰ کہ اپنی عزیز جان تک کو خدا اور اس کے رسول کے راستہ میں قربان کرنے کے لئے بالکل تیار ہو اور اگر ان چیزوں میں سے کسی کی وقعت خدا اور اس کے رسول کی عزت وعظمت کے مقابلہ میں غالب آگئی تو قرآن کی اصطلاح میں وہ مؤمن نہیں منافق ہے۔

ہر مسلمان کا ایمان ہے کہ ناموس نبوت کے تحفظ کے سلسلہ میں جو موت آئے درحقیقت وہ موت نہیں بلکہ ایک اعلیٰ درجہ کی دائمی اور سرمدی زندگی ہے۔

زندہ ہو جاتے ہیں جو مرتے ہیں اس کے نام پر
اللہ اللہ موت کو کس نے مسیحا کردیا

یہی مسلمان کا وہ اعتقاد ہے جس کی وجہ سے وہ اپنے رسول کی عزت برقرار رکھنے کے لئے اپنی جان تک

دینے سے دریغ نہیں کرتا اور طاغوتی طاقتوں کے مقابلہ میں صاف کہہ دیتا ہے:

جو جان چاہو تو جان دیں گے جو مال مانگو تو مال دیں گے
مگر یہ ہم سے نہ ہو سکے گا، نبی کا جاہ وجلال دیں گے

اور یہی وجہ ہے کہ ہر قرن اور ہر زمانہ میں بکثرت اس کی نظیریں ملتی ہیں کہ شمع نبوت کے پروانوں نے ناموس نبی پر قربان ہو کر اپنی فدائیت کا ثبوت دیا ہے اور اس کو اپنے کمال کی انتہائی معراج سمجھا ہے۔ شہید اسلام حضرت زید بن دشنہؓ کا وہ واقعہ ہماری نظروں کے سامنے ہے کہ دشمنان اسلام ان کو گرفتار کر کے قتل کرنے کے لئے مقتل میں لاتے ہیں اور ان کا سردار حضرت زیدؓ سے پوچھتا ہے۔

’’انشدك الله یا زید أتحب ان محمد اعندنا لان مکانك یضرب عنقه وانك فی اهلك ‘‘ زید میں تم کو تمہارے خدا کی قسم دے کر پوچھتا ہوں کہ کیا تم اس کو پسند کرتے ہو کہ یہاں تمہارے بجائے ......کی گردن ماری جائے اور تم (چین سے) اپنے اہل وعیال میں رہو۔

حضرت زیدؓ بے بس ہیں۔ مگر نہایت برافروختہ ہو کر جواب دیتے ہیں:

’’واللہ ما احب ان محمداً الآن فی مکانه الذی هو فیه تصیبه شوکة توذیه وانا جالس فی اهله ‘‘اللہ کی قسم مجھے تو یہ بھی گوارا نہیں کہ ہمارے وہ محمد (ﷺ) اپنی جگہ پر ہوں اور ان کے پھانس لگ جائے۔ جس سے ان کو تکلیف ہو اور میں اپنے گھر میں بیٹھا ہوں۔

وقت کی نزاکت اور حضرت زیدؓ کے ان محبت میں ڈوبے ہوئے الفاظ کو دیکھو اور ان سے ان کے دلی جذبات کا اندازہ لگاؤ اور پھر یہ زید، عمرو، کی خصوصیت نہیں، میں تو عرض کر چکا کہ شمع نبوت کا ہر پروانہ اپنے آقا ومولا کے متعلق یہی جذبات رکھتا ہے۔

ہر مسلمان (بشرطیکہ نام کا مسلمان نہ ہو) رسول اللہ ﷺ کی عزت کو ایک اپنی جان نہیں بلکہ کروڑوں مسلمانوں کی جان سے قیمتی سمجھتا ہے۔ اس کو ایک درجہ میں یہ گوارا ہے کہ دنیا بھر کے سارے مسلمانوں کو فناء کر دیا جائے۔ مگر یہ وہ کسی طرح گوارا نہیں کر سکتا کہ ایک مسلمان متنفس موجود ہو اور اس کی موجودگی میں ناموس رسالت پر حملہ ہو۔ وہ اس منحوس وقت کے آنے سے پہلے اپنی موت بہتر سمجھتا ہے۔

حضرت امام مالکؒ نے خلیفہ ہارون رشیدؒ کے اس خط کے جواب میں جس میں انہوں نے ایک دشنام دہندۂ رسول کے متعلق استفسار کیا تھا۔ اسی حقیقت کو واضح کرتے ہوئے لکھا تھا کہ’’ما بقاء امة بعد سب نبیّها ‘‘نبی کو گالیاں دیئے جانے کے بعد امت کی کیا زندگی ہے۔

ہمارا یہ محض زبانی دعویٰ ہی نہیں بلکہ تاریخ اسلام کا ہر صفحہ دنیا کے سامنے اس کے عملی نمونے پیش کر رہا ہے۔

غزوہ احد کے شہید ہونے والے مسلمانوں میں ایک بزرگ حضرت سعدؓ بن ربیع ہیں، یہ دشمنان اسلام کی تلواروں سے بری طرح زخمی ہوئے ایک طرف پڑے ہیں۔ ایک دوسرے انصاری صحابی عبداللہ بن عبدالرحمنؓ رسول اللہ ﷺ کے حکم سے ان کی تلاش میں نکلتے ہیں اور اس وقت ان کے، پاس پہنچتے ہیں۔ جبکہ ان کی مقدس روح اس خاکی قفس

سے پرواز کر کے ملاء اعلیٰ میں جانے کی تیاری کر رہی ہے۔ بس خفیف سی کچھ رمق باقی ہے۔ حضرت عبداللہؓ نے اس شہید ہونے والے لبسمل نیم جان سے کہا ’’مجھے رسول خدا ﷺ نے تم کو دیکھنے کے لئے بھیجا ہے کہ زندوں میں ہو یا شہداء میں؟‘‘

یہ مبارک نام سنتے ہی نہ معلوم بدن میں کیا برقی طاقت سی دوڑ گئی، آنکھیں کھولیں اور فرمایا۔ میں بظاہر اس دنیا سے جانے والوں میں ہوں۔ پس آنحضرت ﷺ کو میرا آخری سلام پہنچا دینا اور میری طرف سے مسلمانوں سے کہہ دینا کہ سعدؓ مرتے مرتے یہ کہہ گیا ہے کہ:’’لا عذرالکم عند اللہ تعالیٰ ان یخلص الی نبیکم وفیکم عین تطرف ‘‘جب تک تم میں ایک متنفس بھی زندہ ہے۔ اگر دشمن حضورتک پہنچ گیا تو خبردار خدا کے یہاں تمہارا کوئی عذر نہیں چلے گا۔

یہ فرمایااور بس حضرت سعدؓ کی سعید روح منزل مقصود پر پہنچ گئی۔

اللہ اللہ جانکنی کے اس نازک وقت کو دیکھو اور سعدؓ کے ان والہانہ جذبات کو، پھر کیا یہ خیال کیا جاسکتا ہے کہ مسلمانوں کے یہ سرفروشانہ جذبات (جو درحقیقت ان کو زید اور سعد جیسے اسلاف سے وارثتاً ملے ہیں) کسی تدبیر سے دبائے جاسکتے ہیں:

یہ وہ نشہ نہیں جسے ترشی اتار دے

مسلمان جب تک مسلمان ہے اور اس دنیا میں زندہ ہے یہ ناممکن ہے کہ کوئی اس کے رسول کی عزت پر حملہ کرے اور وہ برداشت کر سکے۔ یہ اس کی ذات کا معاملہ نہیں بلکہ اس کے پیارے اور مقدس مذہب کا معاملہ ہے۔ اس کی مذہبی غیرت کو یقیناً زبردست چرکہ لگے گا۔ اس کی دینی حمیت کی آگ ضرور بھڑک اٹھے گی اور اس وارفتگی کے عالم میں وہ سب کچھ کر گذرے گا۔ جو قانوناً اس کو نہیں کرنا چاہئے تھا۔ لہٰذا اگر دنیا چاہتی ہے کہ مسلمان اپنی سرفروشی کا مظاہرہ نہ کرے تو اس کی واحد صورت یہ ہے کہ کوئی اس کے رسول کو گالی دے کر اس کی مذہبی غیرت اور دینی حمیت کو چیلنج نہ دے۔ رسول اللہ ﷺ کی ذات مقدس کو مسلمان کے دل کے نہایت نازک گوشہ کا نازک ترین مقام حاصل ہے۔ کسی دشمن اسلام کا اس میں قدم رکھنا بلکہ ترچھی نگاہ سے اس کی طرف دیکھنا بھی ایک آفت ہے۔

مسلم کا مطالبہ یہ نہیں کہ ساری دنیا اس کے مذہب میں داخل ہو کر اس کے خدا کو خدا اور رسول کو رسول ماننے لگے۔ اس کو اس پر بھی اصرار نہیں کہ تمام انسان خدا اور اس کے رسولوں کی اتنی ہی عزت کرنے لگیں جتنی کہ وہ خود کرتا ہے۔ بلکہ وہ صرف یہ چاہتا ہے کہ خدا اور اس کے رسولوں کا نام دنیا میں بے عزتی سے نہ لیا جائے۔ میں تو یہ کہتا ہوں کہ یہ مسلمان ہی کا مطالبہ نہیں بلکہ انسانیت اور شرافت کا بھی یہی تقاضا ہے۔ لیکن کچھ بدقسمت، ناپاک سیرت، وہ بھی ہیں۔ جو انسانیت وشرافت کے اس معقول مطالبہ کے سامنے بھی سر نہیں جھکاتے اور پیغمبر اسلام علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شان میں گستاخیاں کر کے مسلمانوں کے جذبات سے کھیلتے ہیں اور پھر انجام وہ ہوتا ہے جو راجپال اور نتھو رام کا ہوا۔ اس پر ناآشنایان حقیقت کہتے ہیں کہ مسلمان دیوانہ ہے، وحشی ہے، بہیمانہ حرکتیں کرتا ہے۔ مگر میں کہتا ہوں کہ یہ کہنے والے خود احمق ہیں۔ وہ حقیقت حال سے واقف نہیں۔ تہذیب وتمدن کے یہ مدعی ذرا مجھے

بتلائیں کہ اگر کوئی بدنصیب ان کی آنکھوں کے سامنے ان کی مادر مشفقہ کے ساتھ بجبر حرام فعل کرے تو ان کی غیرت کا تقاضا کیا ہوگا۔ کیا اس وقت ان کی فطرت قانونی زنجیریں توڑنے پر مجبور نہ کرے گی۔ کیا وہ (بشرط قدرت) اس ناپاک حرام کار شخص کو صفحۂ ہستی سے مٹانے یا خود مٹ جانے کے لئے تیار نہ ہوں گے۔ اگر ان کی فطرت ماؤف نہیں ہے تو میں سمجھتا ہوں کہ یقیناً وہ سب کچھ کرنے کے لئے تیار ہو جائیں گے اور کر گذریں گے۔ تو پھر اس مسلمان کا کیا قصور ہے۔ جس کے دل و جان سے زیادہ عزیز، ماں باپ سے زیادہ قریب، پیغمبر ﷺ کو گالیاں دے کر اس کے انتقامی جذبہ بلکہ اس کی اسلامی فطرت اور ایمانی غیرت کو خطرناک چیلنج دیا گیا ہو۔ میں غیر اسلامی دنیا کو یقین دلانا چاہتا ہوں کہ مسلمانوں کو اپنے پیغمبر کی شان میں ادنیٰ گستاخی اس سے کہیں زیادہ تکلیف دہ ہوتی ہے۔ جس قدر کہ اور لوگوں کو اپنے ماں بہن کی عصمت دری۔

پس اگر چاہتے ہو کہ دنیا میں امن وامان رہے تو مسلمانوں کے مذہبی جذبات سے مت کھیلو ورنہ یقین رکھو کہ ہر راجپال کی گستاخیاں علم الدین شہیدؒ، اور ہر نتھو رام کی گالیاں غازی عبدالقیومؒ پیدا کریں گی اور پھر ملک کا امن وامان خطرے میں پڑ جائے گا۔ اگر حکومت وقت چاہتی ہے کہ اس کی قلمرو میں اس قسم کی وارداتیں نہ ہوں تو اس کو چاہئے کہ روحانی پیشواؤں (حضرات انبیاء علیہم السلام) کی عزت وحرمت کے قوانین کو سخت بنا کر پہلے راجپالوں اور نتھو راموں کی پیداوار روک دے۔ اس کے بعد خدا نے چاہا تو علم الدینؒ اور عبدالقیومؒ کی پیداوار خود ہی بند ہو جائے گی۔ لیکن جب تک یہ آگ نہیں بجھتی بظاہر حالات آسمان سے یہ خونی بارش بھی نہیں رکتی۔

مولانا سید نصیب علی شاہ کا وصال

جمعیت علماء اسلام کے مرکزی رہنماء رکن قومی اسمبلی، المرکز الاسلامی بنوں کے مہتمم، پاکستان کے ممتاز مفتی وفقیہ حضرت مولانا سید نصیب علی شاہ ۲۱ر جنوری ۲۰۰۷ء کو بنوں میں انتقال فرماگئے۔ مرحوم بہت زیرک، ہنس مکھ، معاملہ فہم، مرنجان مرنج عالم دین تھے۔ انہوں نے اپنے ادارہ میں بین الاقوامی فقہی کانفرنسوں کی داغ بیل ڈالی اور ان میں پڑھے جانے والے مقالہ جات کو کتابی شکل میں چھاپنے کا بیڑہ اٹھایا۔ یوں نت نئے مسائل سے متعلق اسلامیان برصغیر کی فقہی رہنمائی کا فریضہ سرانجام دیا۔ گذشتہ دو سالوں سے عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کی سالانہ ختم نبوت کانفرنس برمنگھم میں شریک ہوتے تھے۔ ان کی وفات موت العالم موت العالم کا مصداق ہے۔ موصوف کو منجھے ہوئے عالم دین ہونے کے ناطے جمعیت علماء اسلام کی فقہی مجلس کا سربراہ مقرر کیا گیا۔ حق تعالیٰ ان کو کروٹ کروٹ جنت نصیب فرمائے۔

مولانا محمد اشرف صاحب انتقال فرماگئے

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت میر پور خاص کے سرپرست سابق ناظم اعلیٰ مولانا محمد اشرف صاحب خطیب مسجد بیت المکرم میر پور خاص گذشتہ دنوں طویل علالت کے بعد انتقال فرماگئے۔ مرحوم مدرسہ مظاہر العلوم حیدرآباد کے بانی مولانا مفتی وجیہہ صاحبؒ کے قابل اعتماد شاگرد تھے۔ پوری زندگی مجاہدانہ گذاری ہمیشہ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت سے وابستہ رہے اور خوب سرپرستی فرمائی۔ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے تمام احباب مولانا محمد اشرف صاحب کی وفات پر ان کے خاندان سے تعزیت کی اور بلندی درجات کی دعاء فرمائی۔

الا اللہ ..... یعنی اللہ کے سوا.....!

حضرت مولانا محب الحق حسینی

اللہ اللہ کتنا حیرت ناک انقلاب ہے کہ فرمان ربانی پا جانے کے بعد آگ کی جلانے والی قوت نہ محض یہ کہ سلب ہوگئی بلکہ ایک دوسری بالکل متضاد کیفیت یعنی برودیت میں منقلب ہوگئی جس کی وجہ سے حضرت ابراہیم علیہ السلام بالکل صحیح وسالم نکل آئے اور دشمنان توحید اپنے مقصد میں ناکامیاب رہے اور یہی نہیں کہ محض وہ اپنی اس بے ہودہ حرکت میں ناکام رہے بلکہ جلال وجبروت رکھنے والے شہنشاہ نے کھلے لفظوں میں اعلان فرمادیا کہ:

''وارادو بہ کیداً فجعلنٰھم الاخسرین '' ترجمہ: ''اور انہوں نے (دشمنی سے) اس کے ساتھ فریب کرنا چاہا۔ پس ہم نے ان کو بالکل ناکام کردیا اور وہ سراسر نامراد رہے۔''

یہ سب کچھ اس لئے ہوا کہ توحید پیاری ہے۔ توحید کے پرستار پیارے ہیں۔ توحید کے علمبردار پیارے ہیں۔ پھر ان کے لئے رحمت وغفران کی مخصوص عادت ہے اور جو شرک سے ملوث اور بدعت کی گندگیوں سے آلودہ رہتے ہیں ان کے لئے ناکامی وخسران فطرت کا غیر مبدل قانون ہے کہ جس کو تم آفرینش عالم سے دیکھتے چلے آرہے ہو اور یہی چیز اس مذہبی جنگ کی بھی طغرائے امتیاز ہے۔

اور میں تو بار بار کہہ چکا ہوں کہ یہ کسی کے ساتھ مخصوص نہیں۔ چمنستان توحید میں بہاریں آتی ہیں۔ رنگ رنگ کے پھول کھلتے ہیں۔ لیکن نکہت طرازیاں سب کی یکساں ہوتی ہیں۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا واقعہ سن چکے اور اب تم اسی زمانہ کا اسی دور کا اسی عہد کا دوسرا واقعہ بھی سنو!

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے عزیز خاص حضرت لوط علیہ السلام نبی ہوتے ہیں:

''وان لوطاً لمن المرسلین '' ترجمہ: ''بے شک لوط خدا کے پیغمبروں میں سے تھے۔''

آپ حضرت ابراہیم خلیل اللہ (علیہ الصلوٰۃ والتسلیم) کے برادرزادہ ہیں اور انہیں کے ہمراہ ملک کنعان کی طرف ہجرت بھی فرمائی۔ جس وقت تاج نبوت سے سرفراز فرمائے گئے تو بیر سبع سے کچھ شمال کی جانب شاہ صدوم کی گمراہ بستیوں میں تبلیغ وہدایت اور اصلاح وراہنمائی کے لئے تشریف لے گئے اور وہاں دریائے یاردن کے دوسرے کنارے پر مع متعلقین آباد ہوگئے اور فرائض نبوت کی انجام دہی شروع کردی۔ پہلے بحیثیت پیغمبر قوم سے اپنا تعارف کرایا پھر خدا کا پیغام دیا:

''انی لکم رسول امین فاتقوا اللہ واطیعون '' ترجمہ: ''(فرمایا) میں تمہارا خیر خواہ رسول ہوں۔ پس اللہ سے ڈرو اور (خدا کی خالص عبادت کرنے میں) میری اطاعت کرو۔''

قوم نے کہنا نہیں مانا۔ بلکہ کہا کہ:

''فما کان جواب قومہ الا ان قالوا اخرجوا آل لوط من قریتکم انھم اناس یتطھرون '' ترجمہ: ''انہوں نے (اپنی بدبختی سے) یہ جواب دیا کہ لوط وغیرہ کو اپنی بستیوں سے نکال دو۔ یہ

لوگ بہت تقویٰ بگھارتے ہیں۔“

پھر وہی ہوا جو ہونا چاہئے تھا۔قہر خداوندی کو حرکت ہوتی ہے۔آسمانوں پر عذابوں کی تیاریاں شروع ہو جاتی ہیں اور حضرت لوط ایماء ایزدی پاکر ان مجرموں کی بستی سے نکل جاتے ہیں۔لیکن ان کی بدنصیب بیوی (جو ابھی تک ایمان کی نعمتوں سے سرفراز نہ ہوئی تھی) وہیں رہ جاتی ہے اور پھر انتقامی چکیوں کے پاٹ گردش میں آجاتے ہیں۔ہلاکت وعذاب آسمانوں سے اتر پڑا:

”فلما جاء امرنا عالیها سافلها وامطرنا علیها حجارة من سجیل منضود مسومة عند ربك وماهی من الظالمین ببعید“ترجمہ:......”پھر جب ہمارا عذاب آپہنچا تو ہم نے وہاں کا تختہ زمین ہی الٹ پھینکا اور ان پر مسلسل نمبری پتھروں کی دھواں دھار بارش کر دی اور یہ برباد شدہ بستیاں (مکہ کے) ظالم کافروں سے کچھ دور نہیں۔وہ جاکر دیکھیں اور عبرت حاصل کریں۔“

حق وصداقت سے انحراف کرنے والوں کا کتنا دردناک اور کتنا عبرتناک انجام ہے کہ وہ ساری شب ٹھنڈی ٹھنڈی ہواؤں کے مزے لوٹتے ہیں اور خواب نوشیں کی راحت فرمائیوں میں مست و بے خبر رہتے ہیں۔لیکن جب ہنگام سحر سے کفر وطغیان کی ظلمتوں کا پردہ چاک ہوتا ہے تو وہ عیش خواب سے ہمیشہ کے لئے مجبور اور راحت بالش وبستر سے دائمی طور پر محروم کر دیئے جاتے ہیں وہ خود بہ باد ہوتے ہیں اور وہ آبادیاں جو موتفکات (الٹی ہوئی بستیاں) کے نام سے شہرت پذیر ہیں۔کنکروں اور پتھروں کے اندھڑ میں دفن ہو جاتی ہیں کہ یہی توحید اور پیغام سے سرتابی کا آخری نتیجہ ہے۔

اور ہاں! دیکھو،غور کرو،جس نے توحید کی دعوت دی،اصلاحی جدوجہد کی وہ سرزمین فلسطین میں واصل بحق ہو کر جوار رحمت میں پہنچ جاتا ہے اور اس کا نام آج تک زندہ ہے۔فلسطین بھی آباد ہے۔مگر وہ کہ جنہوں نے قبول حق اور اعتراف صداقت سے انکار کیا ان کا نام ونشان تک مٹ گیا۔بحر میت کے شمالی گوشوں میں جاکر دیکھو کہ وہ شہر زیر آب دفن ہے۔یعنی برباد وویران۔کاش انسان چشم بصیرت سے کام لیتا:

”ان فی ذالك لاٰیة وماکان اکثرهم مومنین“ترجمہ:......”بے شک اس واقعہ میں (غور کرنے والوں کے لئے قدرت الٰہیہ کی) زبردست نشانی ہے (مگر افسوس) کہ اکثر ان میں ایمان لانے والے نہ تھے۔“

اس دور کے بعد ایک وقت آتا ہے کہ مدین میں حضرت شعیب علیہ السلام سریر آرائے نبوت ہوتے ہیں اور ہاتھ میں اسی توحید کا لہراتا ہوا جھنڈا ہے جسے انبیاء ماسبق لے کر ہمیشہ آتے رہے۔مشرک قوم کو مخاطب فرماتے ہیں کہ:

”قال یاقوم اعبدوا الله مالکم من اله غیره“ترجمہ:......”اے میری قوم! خدا کی (خالص عبادت) کرو کہ اس کے علاوہ کوئی تمہارا معبود نہیں ہو سکتا ہے۔“

لیکن جن کے سروں پر آباء پرستی کا بھوت سوار تھا اور جو باپ دادا کی رسم ورواج کو خدا اور رسول کے احکام

سے بھی زیادہ مقدم اور واجب العمل سمجھتے تھے انہوں نے یہ انداز تمسخر کہنا شروع کیا:

”یاشعیب أصلوٰۃ اتامرک ان نترک مایعبد آباؤنا“ ترجمہ:...... ”اے شعیب کیا تمہارا (یہ مصنوعی اور وہمی) تقدس تم کو سکھلاتا ہے کہ تم ہمیں ان چیزوں کی پرستش سے روکو جن کی پرستش پشتہا پشت سے ہمارے باپ دادا کرتے چلے آئے ہیں۔

حضرت شعیب علیہ السلام نے اس جواب سے محسوس کرلیا کہ ان کے فاسد خیالات اور باطل عقائد ان کے قلب کی انتہائی گہرائیوں تک نفوذ کر چکے ہیں۔ ان کو معمولی پند ونصیحت سے کوئی معتدبہ فائدہ نہیں ہوسکتا۔ اس لئے ان کو نہایت متانت کے ساتھ نرم لہجہ میں ہر وہ چیز سمجھا دینی چاہئے جس کے نہ سمجھنے سے ان کو نقصان اٹھانا پڑے گا۔ چنانچہ قوم کو جمع فرما کر آپ نے نہایت بصیرت افروز اور حقائق آموز تقریر فرمائی۔ مقاصد نبوت کی تشریح کے سلسلہ میں قوم کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا کہ:

”قال یاقوم أریتم ان کنت علی بینة من ربی ورزقنی منه رزقاً حسنا ۰ وما اريد ان اخالفكم الى ماانهاكم عنه ۰ ان اريد الا الاصلاح مااستطعت ۰ وما توفيقي الا بالله ۰ عليه توكلت واليه انيب ۰ وياقوم لا يجرمنكم شقاق ان يصيبكم مثل مااصاب قوم نوح اوقوم هود اوقوم صالح ۰ وماقوم لوط منكم ببعيد ۰ واستغفروا ربكم ثم توبوا اليه ۰ ان ربي رحيم ودود“

ترجمہ:...... ”(تم کہتے ہو میرا مصنوعی تقدس تم کو غیر اللہ کی پرستش سے روکنے کی تعلیم دیتا ہے) لیکن تم خود ہی بتاؤ کہ جب مجھ کو خدا نے رسول بنا کر تمہاری طرف بھیجا ہے (تو کیونکر میں تبلیغ نہ کروں) میں خود بھی نہیں چاہتا کہ جن چیزوں سے تم کو منع کرتا ہوں اسے خود اختیار کرو (حالانکہ تمہاری ہی طرح میں بھی انسان ہوں) میں تو فقط تمہاری اصلاح چاہتا ہوں (اور اس کے لئے میں کوشش کروں گا) جہاں تک میرے امکان میں ہے (اور میری کوشش ہی کیا) اس کی توفیق تو صرف منجانب اللہ ہوتی ہے۔ میں اسی اللہ پر بھروسہ رکھتا ہوں اور (اپنے تمام کاموں میں) اسی کی طرف رجوع کرتا ہوں اور اے راہ گم کردہ قوم! دیکھو کہیں میری ضد اور عداوت تم کو اس نتیجہ پر نہ پہنچا دے جو قوم نوح وقوم ہود وقوم صالح کا نتیجہ ہوا اور قوم لوط (کی عبرت انگیز داستان تو ابھی) تم سے کچھ زیادہ دور نہیں (اس لئے میں خیر خواہانہ طریقہ پر تم سے کہتا ہوں) کہ تم اپنے خدا سے (اس شرک وبدعت کی) معافی چاہو اور (خالص اطاعت وعبادت کے ساتھ) خدا کی طرف متوجہ ہو جاؤ (تمہاری اس گئی گزری حالت کے باوجود بھی ہمارا خدا تمہارے قصور معاف کردے گا) اس لئے کہ بے شک ہمارا رب نہایت مہربان اور بے حد محبت سے پیش آنے والا ہے۔“

اللہ اللہ! کتنی سلجھی ہوئی تقریر اور کتنے پاکیزہ ارشادات ہیں۔ لیکن یہ کیا حیرت ناک منظر نہیں کہ ہادی مطلق کا رسول برحق تو اتنی سنجیدگی اور نرمی سے سمجھاتا ہے اور بدتمیز قوم پائے استحقار سے اس کے تمام پند ونصائح کو ٹھکرا دیتی ہے اور ان کی باتوں کو درخور اعتنا بھی نہیں سمجھتی۔ چنانچہ کہنے لگے کہ:

”قالوا یاشعیب مانفقه كثيراً مما تقول وانا لنراك فينا ضعيفا ۰ ولولا رهطك

لرجمناك وما انت علينا بعزيز ''ترجمہ:...... ''ہم تمہاری بہت سی باتوں کو نہیں سمجھتے اور ہم جانتے ہیں کہ تم تو کمزور (و بے یار و مددگار) ہو۔ تم کو تو ہم کبھی پتھروں سے اڑا چکے ہوتے۔ لیکن محض تمہارے خاندان کا خیال ہے (کیونکہ وہ ہمارے ہم مذہب ہیں ورنہ) تمہاری تو ہماری نظروں میں کچھ اہمیت نہیں۔''

حضرت شعیب علیہ السلام کو یہ سن کر غصہ آ گیا اور وہی دل کہ جس سے اب تک رافت و رحمت چھلک رہی تھی وہ اب جائز غیض وغضب کی حرارت سے معمور ہو گیا۔ پیرایہ وعظ لینت و سہولت کا شاہکار تھا۔ لیکن اب زجر و توبیخ کی جھنکار لئے ہوئے ہے۔ فرمایا کہ:

''قال یاقوم أرهطى اعز عليكم من الله واتخذتموه وراء كم ظهريا ان ربى بما تعملون محيط ۰ وياقوم اعملوا علىٰ مكانتكم انى عامل ۰ سوف تعلمون من ياتيه عذاب يخزيه ومن هو كاذب وارتقبوا انى معكم رقيب ''ترجمہ:...... ''اوقوم! کیا میرا خاندان تیرے نزدیک (نعوذ باللہ) خدا سے بھی زیادہ موقر ہے؟ تم نے تو خدا کو بالکل ہی پس پشت ڈال رکھا ہے (لیکن یاد رہے) کہ میرا خدا تمہاری حرکتوں کو اچھی طرح دیکھ رہا ہے۔ اور اب تم اپنی اپنی جگہ پر (سیہ کاریوں میں) شوق سے مصروف رہو۔ میں بھی اپنا کام کرتا رہوں گا اور عنقریب تم کو علم ہو جائے گا کہ کس کو رسوا کن عذاب آ گھیرتا ہے اور کون جھوٹا ہے؟۔ اب تم منتظر رہو۔ میں بھی انتظار ہی میں ہوں۔''

توحید و شرک میں جنگ ہوگئی اور اس کا آخری انجام معلوم ہے کہ دعوت توحید سے انحراف ہلاکت کا وہ نہنگ خونخوار ہے جو قوموں کے نظام ہستی کے شیرازے پراگندہ کر دیتا ہے۔ پھر دست فطرت کی یہاں بھی وہی کارفرمائی ظہور پذیر ہوئی جو اس کا ازلی آئین و دستور ہے۔

یعنی حضرت شعیب علیہ السلام اور ان کے اہل ایمان ہمراہیوں کو اپنی عنایت خاصہ کے باعث عذاب سے محفوظ کر لیا اور ظالموں کو صفحہ ہستی سے حرف غلط کی طرح مٹا دیا کہ ان کا نام لینے والا بھی کوئی نہ رہا۔

''ولما جاء امرنا نجينا شعيبا والذين آمنوا معه برحمة منا واخذت الذين ظلموا الصيحة فاصبحوا فى ديارهم جاثمين كان لم يغنوا فيها الا بعدا لامدين كما بعدت ثمود ''ترجمہ:...... ''جب ہمارا عذاب آ پہنچا تو ہم نے شعیب کو مع ان کے مومن ہمراہیوں کے بچا لیا۔ اپنی مخصوص رحمت کی وجہ سے بچا لیا اور ظالموں کو ایک خوفناک چیخ نے برباد کر ڈالا۔ وہ اس طرح اوندھے ہوئے کہ گویا وہ اپنی بستیوں میں کبھی آباد ہی نہیں ہوئے تھے (خوب سن لو اور عبرت حاصل کرو) کہ اہل مدین کو بھی ثمود کی طرح رحمت سے دوری ہوگئی۔''

وہی افسوس ناک انجام اس قوم کا بھی ہوا جو ایسی قوموں کا ہونا چاہئے تھا اور ہمیشہ سے یونہی ہوتا چلا آیا ہے اور آئندہ بھی تم دیکھو گے کہ یونہی ہوگا۔ اس لئے کہ قانون فطرت میں انقلاب ناممکن ہے۔

کیا تمہارے اس یقین کو اور پختگی حاصل نہ ہوگی۔ جب تم دیکھو گے کہ اسی دور میں حضرت موسیٰ علیہ السلام بھی نبوت کی قاہرانہ شان و شوکت اور حیرت انگیز معجزات کو لے کر ایک قوم کو پیغام توحید سنانے کے لئے تشریف

لاتے ہیں اور وہی پیغام سناتے ہیں جو ان سے پہلے آنے والے انبیائے کرام علیہم السلام سنا چکے تھے اور یہ اس لئے کہ ارغنون رسالت کے نغمہائے شیریں کا زیر و بم اور ان کا اتار چڑھاؤ اگر چہ یکساں نہیں ہوتا لیکن ان کے اجزاء صوفیہ کی تالیف سے ہمیشہ نغمہ توحید ہی پیدا ہوتا ہے اور وہ سامعۂ فطرت کے لئے سرمایہ لذت وحلاوت بن جاتا ہے۔

حضرت موسیٰ مدین سے تشریف لارہے ہیں۔ سب کا تاریک وقت ہے۔ کائنات پر ایک جلال آفریں سناٹا چھایا ہوا ہے اور فضا کو ایک عالمگیر سکوت محیط ہے۔ حالات کی نزاکت یوں اور بھی ترقی پذیر ہوگئی ہے کہ رفیقہ حیات ہمراہ ہیں اور امانت موسوی کی حامل یکا یک آثار ولادت ظہور پذیر ہونے لگے اور پریشانیاں بڑھنے لگیں۔ وقت کی مہیب وخوفناک تاریکی اور کپکپا دینے والی سردی حضرت موسیٰ علیہ السلام کو نور وحرارت کی جستجو پر مجبور کر رہی ہیں کہ یکا یک آگ کا ایک شعلہ نظر آیا۔ حضرت کلیم اللہ بیوی کو وہیں ٹھہرا کر اس کی طرف بڑھنے لگے۔ جب اس بقعہ مقدسہ میں جا پہنچے تو ان کو کچھ اور ہی عالم نظر آیا۔ حیرت زدہ ہو کر خاموش کھڑے تھے کہ فضا کو ترنم سے لبریز کر دینے والی صدائے نغمۂ آسانے شیشۂ سکوت توڑ دیا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے محسوس کیا کہ کوئی بہت بلیغ انداز اور نہایت ہی پیاری آواز میں کہہ رہا ہے کہ:

''یاموسیٰ انی انا ربك فاخلع نعلیك انك بالواد المقدس طویٰ ''ترجمہ:......''اے موسیٰ بے شک میں تمہارا رب ہوں اور تم اس وقت ایک وادی مقدس (طویٰ) میں کھڑے ہو اس لئے اپنے جوتے اتار دو (کہ یہی تقاضائے ادب ہے۔)''

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے یہ فرمان سنا کہ جوتے اتار دو۔ لیکن ہمارا خیال ہے کہ ان کا ولولہ شوق ان سے پکار پکار کہہ رہا ہوگا کہ:

نعلین ہی پہ ہو نہ کہیں اکتفا کلیم
اس در پہ آگئے ہو تو سر بھی اتار:::

(حضرت جوہر مرحوم)

وحی مقدس کا سلسلہ جاری رہا اور اسی کے ساتھ بتلا دیا گیا کہ:

''وانا اخترتك فاستمع لما یوحیٰ اننی انا اللّٰہ لا الہ الا انا فاعبدنی واقم الصلوٰۃ لذکری ''ترجمہ:......''ہم نے تم کو (نبی بنانے کے لئے) منتخب کر لیا ہے۔ پس جو کچھ تم سے کہا جارہا ہے اسے غور سے سنو (اولین پیام یہ ہے کہ) میں ہی معبود ہوں۔ میرے سوا کوئی لائق پرستش نہیں۔ تم میری ہی عبادت کیا کرو اور میری ہی یاد کے لئے نماز پڑھا کرو۔''

یہی وہ پہلی پتھر کی لکیر تھی جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے دل پر منقش کر دی گئی اور یہی توحید کا وہ اولین پیام تھا جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کو سنایا گیا۔ سب سے اول اول جس یقین کی بنیاد استوار کی گئی وہ یہی ہے کہ بجز رب السمٰوات والارض کوئی ہستی بھی اس قابل نہیں کہ اس کے سامنے عبودیت کے سر نیاز خم کئے جائیں اور خدا کے سوا کوئی شئی نہیں جس کو سجدے روا ہوں۔

برے اخلاق!

حضرت مولانا عبدالحئی عارفیؒ

انسان کو اللہ تعالیٰ نے خوبصورت سانچے میں ڈھال کر اسے اپنا خلیفہ بنایا اور اس میں خیر وشر دونوں کو قبول کرنے کی صلاحیت رکھی اور ہر ایک کے انجام سے بھی باخبر کردیا۔ اسی لئے اس کے افعال وعادات کو دوحصوں میں تقسیم کردیا۔ اچھے اخلاق، برے اخلاق، احادیث میں ہر ایک کی نشاندھی بھی کردی گئی ہے۔ ڈاکٹر محمد عبدالحئی عارفیؒ نے اسوۂ رسول اکرم ﷺ کی روشنی میں برے اخلاق کی تفصیل بتائی ہے تاکہ ہر مسلمان ان سے اجتناب کرسکے۔

خود بینی: زواجر میں دیلمی کے حوالہ سے بیان کیا گیا ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا خود بینی ایسی بری بلا ہے کہ اس سے ستر برس کے بہترین عمل برباد ہوجاتے ہیں۔ (دیلمی)

بے حیائی کی اشاعت

حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں بے حیائی کی باتیں کرنے والا اور ان کی اشاعت کرنے والا اور پھیلانے والا دونوں گناہ میں برابر ہیں۔ (الادب المفرد)

دوسروں کو حقیر سمجھنا

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہر مسلمان دوسرے مسلمان کا بھائی ہے۔ اس پر کوئی ظلم وزیادتی نہ کرے اور جب وہ اس کی مدد واعانت کا محتاج ہو تو اس کی مدد کرے اور اس کو بے مدد کے نہ چھوڑے اور اس کو حقیر نہ جانے اور نہ اس کے ساتھ حقارت کا برتاؤ کرے۔ کیا خبر ہے کہ اس کے دل میں تقویٰ ہو، جس کی وجہ سے وہ اللہ کے نزدیک مقرب ومکرم ہو۔ پھر آپ ﷺ نے تین بار اپنے سینہ کی طرف اشارہ فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ تقویٰ یہاں ہوتا ہے۔ (ہوسکتا ہے کہ تم کسی کو ظاہر حال سے معمولی آدمی سمجھتے ہو، اور اپنے دل کے تقوے کی وجہ سے وہ اللہ کے نزدیک محترم ہو۔ اس لئے کبھی مسلمان کو حقیر نہ سمجھو) آدمی کے برا ہونے کے لئے اتنا ہی کافی ہے کہ وہ اپنے مسلمان بھائی کو حقیر سمجھے اور اس کے ساتھ حقارت سے پیش آئے۔ مسلمان کی ہر چیز دوسرے مسلمان کے لئے قابل احترام ہے۔ اس کا خون، اس کا مال اور اس کی آبرو اس لئے ناحق اس کا خون گرانا، اس کا مال لینا اور اس کی آبروریزی کرنا یہ سب حرام ہیں۔ (صحیح مسلم، معارف الحدیث)

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ علامات قیامت میں یہ بات بھی ہے کہ معمولی طبقے کے لوگ بڑے بڑے مکان اور اونچی اونچی حویلیاں بناکر ان پر فخر کریں گے۔ (بخاری ومسلم)

ریا: محمود بن لبیدؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا مجھے تمہارے بارے میں سب سے زیادہ خطرہ ''شرک اصغر'' کا ہے۔ بعض صحابہؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ شرک اصغر کا کیا مطلب ہے؟۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا ''ریا'' (یعنی کوئی نیک کام لوگوں کے دکھاوے کے لئے کرنا) (معارف الحدیث، مسند احمد)

اخلاص وللہیت (یعنی ہر نیک عمل کا اللہ تعالیٰ کی رضا و رحمت کی طلب میں کرنا) جس طرح ایمان توحید کا تقاضا اور عمل کی جان ہے۔ اسی طرح ریا و سمعہ یعنی مخلوق کے دکھاوے اور دنیا میں شہرت اور ناموری کے لئے نیک عمل کرنا ایمان وتوحید کے منافی اور ایک قسم کا شرک ہے۔ (معارف الحدیث)

شداد بن اوسؓ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے آپ ﷺ فرماتے تھے۔ جس نے دکھاوے کے لئے نماز پڑھی اس نے شرک کیا اور جس نے دکھاوے کے لئے روزہ رکھا اس نے شرک کیا اور جس نے دکھاوے کے لئے صدقہ وخیرات کیا اس نے شرک کیا۔ (مسند احمد، معارف الحدیث)

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: آخری زمانہ میں کچھ ایسے مکار لوگ پیدا ہوں گے جو دین کی آڑ میں دنیا کا شکار کریں گے۔ وہ لوگوں پر اپنی درویشی و مسکینی ظاہر کرنے اور ان کو متاثر کرنے کے لئے بھیڑوں کی کھال کا لباس پہنیں گے۔ ان کی زبانیں شکر سے زیادہ میٹھی ہوں گی۔ مگر ان کے سینہ میں بھیڑیوں کے دل ہوں گے۔ (ان کے بارے میں) اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ یہ لوگ میرے ڈھیل دینے سے دھوکا کھارہے ہیں۔ پس مجھے قسم ہے کہ میں ان مکاروں پر انہیں میں سے ایسا فتنہ پیدا کروں گا جو ان میں سے عقلمندوں اور داناؤں کو بھی حیران بنا کر چھوڑے گا۔ (جامع ترمذی)

زنا: حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ دونوں آنکھوں کا زنا (شہوت سے) نگاہ کرنا ہے اور دونوں کانوں کا زنا (شہوت سے) باتیں سننا ہے اور زبان کا زنا (شہوت سے) باتیں کرنا اور ہاتھ کا زنا (شہوت سے) کسی کا ہاتھ وغیرہ پکڑنا ہے اور پاؤں کا زنا (شہوت سے) قدم اٹھا کر جانا ہے اور قلب کا زنا یہ ہے کہ (شہوت سے) وہ خواہش کرتا ہے اور تمنا کرتا ہے۔ (مسلم، حیاۃ المسلمین)

غصہ: حضرت ابوذرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جب تم میں سے کسی کو غصہ آئے اور وہ کھڑا ہو تو چاہئے کہ بیٹھ جائے۔ پس اگر بیٹھنے سے غصہ فرو ہو جائے تو فبہا اور اگر پھر بھی غصہ باقی رہے تو چاہئے کہ لیٹ جائے۔ (مسند احمد، جامع ترمذی، معارف الحدیث)

سہیل بن معاذؓ اپنے والد ماجد حضرت معاذؓ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص پی جائے غصہ کو درانحالیکہ اس میں اتنی طاقت اور قوت ہے کہ اپنے غصے کے تقاضے کو وہ نافذ اور پورا کر سکتا ہے۔ لیکن اس کے باوجود محض اللہ کے لئے اپنے غصہ کو پی جاتا ہے اور جس پر اس کو غصہ ہے۔ اس کو کوئی سزا نہیں دیتا۔ تو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن ساری مخلوق کے سامنے اس کو بلائیں گے اور اس کو اختیار دیں گے کہ حوران جنت میں سے جس حور کو چاہے اپنے لئے انتخاب کرلے۔ (جامع ترمذی، سنن ابی داؤد، معارف الحدیث)

صحبت کا اثر!

حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیبؒ

’’اے ایمان والو! اللہ سے ڈرتے رہو اور سچوں کے ساتھ رہو۔‘‘

مذکورہ بالا! جس آیت کا ترجمہ ہے اس میں حق تعالیٰ نے ایک بہت اہم اصول بیان فرمایا ہے۔ جس پر انسان کی دیانت داری کی بقاء موقوف ہے اور اگر کوئی دین دار بننا چاہے تو اس کے لئے اس پر عمل کرنا بہت ضروری ہے اور اتنی سی بات اور عرض ہے کہ آج تقریروں جلسوں پروپیگنڈوں کی کمی نہیں ہے۔ لیکن اس کے باوجود مسلمانوں کی دینی حالت تنزل میں ہے اور صرف دین ہی نہیں بلکہ دنیا کے اعتبار سے بھی تنزل میں جارہے ہیں۔ آخر اس کی کیا وجہ ہے۔ اس پر غور کرنے کی ضرورت ہے۔ کیونکہ جب تک مرض کے اسباب معلوم نہ ہوں۔ اس وقت تک مرض کا علاج ناممکن ہے۔ اب دین میں کمی اس وجہ سے تو نہیں کہ علم کی کمی ہے۔ کیونکہ اس زمانے میں جتنے ذرائع علم کی اشاعت کے موجود ہیں۔ وہ پہلے موجود نہیں تھے اور آج جو جلسے ہیں وہ بھی ایسے ہوتے ہیں۔ جن میں ایک ہزار دو ہزار تک لوگ موجود ہوتے ہیں اور بعض جلسوں میں تو ایک ایک لاکھ تک بھی تعداد پہنچ گئی ہے۔ بلکہ آج کل تو تمام دنیا ایک جلسہ گاہ بنی ہوئی ہے۔ ایک شخص ریڈیو میں بولتا ہے تو مشرق اور مغرب تک اس کی آواز پہنچتی ہے اور صرف دنیاوی باتیں ہی نہیں بلکہ ترجمے اور تفسیریں بھی مختلف ممالک سے نشر ہورہی ہیں اور آپ کا ریڈیو پاکستان روز ترجمہ قرآن مجید نشر کرتا ہے اور مسائل تو بچہ بچہ جانتا ہے۔ لیکن باوجود اس کے دین میں وہ پختگی نہیں جو پہلے زمانوں میں تھی اور دوسرا ذریعہ نشر علم کا قلم ہوتا ہے اور اس کی آج بھی کمی نہیں قلم کی علماء نے گیارہ قسمیں لکھی ہیں۔ پہلی قلم لوح محفوظ والی ہے اور ایک قلم وہ ہے جس سے روزانہ کے حالات لکھے جاتے ہیں۔ حدیث میں ہے کہ نبی کریم ﷺ شب معراج میں جب عرش کے قریب پہنچے تو قلموں کی کھسکاہٹ سنی تو آپ ﷺ نے جبرائیل علیہ السلام سے پوچھا کہ: ’’یہ کس کی آواز ہے؟‘‘ انہوں نے جواب میں فرمایا کہ: ’’یہ دفتر ہے جس میں مخلوق کے روزانہ واقعات کو لکھا جاتا ہے۔‘‘ اور ایک انسان دن میں لاکھوں حرکتیں کرتا ہے معلوم نہیں وہ دفتر بھی کتنا بڑا ہوگا۔

ایک قلم وحی ہے وہ یہ ہے کہ جب وحی آتی تھی تو رسول اللہ ﷺ زید بن ثابتؓ یا کسی دوسرے صحابی کو بلا کر لکھوا دیتے تھے اور اسی قلم پر ہمارے دین کی بقاء موقوف ہے۔ ایسے ہی اگر حدیث کی کتابت نہ کی جاتی تو اتنے کتب بھی ہمارے پاس موجود نہ ہوتیں۔ پس یہ ذخیرہ احادیث اور قرآن کریم قلم کے ذریعے ہی محفوظ کئے گئے ہیں۔ جن کی وجہ سے ہم چھوٹے چھوٹے پمفلٹوں میں نماز روزہ حج وغیرہ کے احکام شائع کرتے ہیں۔

ایک قلم تصوف ہے جس سے تصوف کے ضروری مسائل اور تزکیہ نفوس کے طریقے تحریر کئے جائیں اور ایک قلم سیاست ہے۔ جس سے تمام سیاسی معاملات محفوظ کر لئے جاتے ہیں۔ غرض دین کے سلسلے میں آج جتنی قلم کاریاں ہیں وہ پہلے زمانے میں نہیں تھیں۔ امام اوزاعیؒ فرماتے ہیں کہ: ’’دنیا میں کوئی قوم تصنیف میں مسلمانوں کا مقابلہ نہیں کر سکتی۔ حجاز کے کتب خانے ملاحظہ فرمایئے تو ان میں لاکھوں بلکہ کروڑوں کتابیں محفوظ ہیں۔‘‘

اندلس کے کتب خانوں کے متعلق ایک عیسائی عورت اپنی کتاب ''حاضر االاندلس وغابرھا'' میں لکھتی ہے کہ: ''تعصب میں آ کر عیسائیوں نے یہ ارادہ کیا کہ مسلمانوں کا لٹریچر ضائع کر دیا جائے۔ چنانچہ حکومت کی طرف سے اس کام کے لئے ایک کمیشن مقرر کیا گیا۔ جس کا کام یہ تھا کہ کتب خانوں کو جلایا جائے یا دریا برد کر دیا جائے۔''

وہ عورت لکھتی ہے کہ: ''پچاس برس تک یہ مہم جاری رہی تو تاتاریوں نے حکومت کے کتب خانے دریا میں ڈال دیئے تو وہ ایک مکمل پل بن گیا۔''

لکھا ہے کہ ایک ماہ تک دریا کا پانی سیاہ رہا۔ جب ایک کتب خانہ کی یہ حالت ہے تو باقیوں کا کیا حال ہوگا۔ انجیل کے شباب کے زمانے میں بھی عیسائی اتنے کتب خانے نہ بنا سکے اور نہ ہی یہودی تورات کے شباب کے زمانہ میں ایسے کتب خانے بنا سکے اور آج بھی جو تصانیف انہوں نے کی ہیں۔ وہ بھی مسلمانوں کی برکت سے ہیں۔ اندلس میں مسلمانوں نے جو یونیورسٹیاں بنائی تھیں موجود یورپ کی ترقی اس کی مرہون منت ہیں۔ وہیں سے یورپ کے لوگ پڑھ کر گئے اور اپنے ملک میں علم پھیلایا۔ اسی کی برکت ہے کہ آج اس قابل ہیں کہ تصنیف کر سکیں اور ان کو اقرار ہے کہ یہ مسلمانوں کے فیض سے ہے۔

مسائل کی اشاعت کا ذریعہ

الغرض مسائل کی اشاعت کثرت پر ہے۔ لیکن باوجود اس کے دین مسلمانوں میں پھیلتا نہیں اور نہ ہی سلف کی طرح ایمان میں مضبوطی ہے اور نہ ہمارا دل ایسا ہے کہ اعمال صالحہ اس کی طبیعت ثانیہ بن جائے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ہماری معاشرت بھی غیر اسلامی ہے اور ماحول بھی غیر اسلامی بن گیا۔ دارالعلوم دیوبند میں دو ہزار کا عملہ ہے۔ ممکن نہیں کہ وہاں کوئی بے نمازی ہو۔ اذان ہوتے ہی سب کے سب ہر طرف سے دوڑتے ہیں۔ یہ تمام ماحول کا اثر ہے۔ ورنہ وہاں کوئی نماز کے متعلق کہنے والا نہیں ہوتا۔ امام غزالیؒ فرماتے ہیں کہ: ''ہر کام پہلے ریا ہوتا ہے پھر عادت ہوتی ہے۔''

حدیث شریف میں ہے ''اپنے بچوں کو حکم دو جب کہ وہ سات سال کے ہو جائیں اور مار کر نماز پڑھاؤ جب کہ دس سال کے ہو جائیں۔''

تو مار کر نماز پڑھانا حقیقی نماز نہیں۔ کیونکہ وہ ڈر کے مارے پڑھتا ہے۔ یہاں تک کہ سجدہ کرتے ہوئے بھی ایک آنکھ سے دیکھتا رہے گا۔ جب دیکھا کہ باپ نہیں تو بھاگ جائے گا۔ لیکن جب اس کو عادت پڑ گئی اور تعلیم پائے گا اور خیال کرے گا کہ یہ ضروری چیز ہے تو یہی عبادت ہو جائے گی۔

اس لئے نمازی کو اس وجہ سے نہیں روکنا چاہئے کہ شاید ریا ہو۔ سفیان ثوریؒ جو فقہ کے امام ہیں۔ مگر ان کا مذہب مدون نہیں ہوا۔ فرماتے ہیں: ''ہم نے علم غیر اللہ کے لئے طلب کیا۔ لیکن علم تو صرف اللہ تعالیٰ کا ہو کر رہا۔''

ظاہر کا اثر باطن پر بھی پڑتا ہے۔ اگر ایک آدمی عورتوں کا سا لباس پہن لے تو چند دن کے بعد اس کا دل چاہے گا کہ وہ کلام بھی عورتوں کی طرح کرے۔ بلکہ تمام حرکات عورتوں جیسی کرے اور اگر کوئی آدمی متکلف علماء کا لباس پہن لے تو پہلے وہ مخلوق کی خاطر بہت سے گناہوں سے بچے گا۔ ایسے ہی اگر کوئی درویشوں کا لباس پہن لے گا

تو اس کا اثر قلب پر بھی ہوگا اور اگر کوئی کفار سا لباس پہننا شروع کر دے تو چند دنوں میں اور افعال بھی کفار کی طرح بنی کرنے لگے گا۔ حدیث شریف میں ہے ''تم کو رونا اگر نہ آئے تو رونے کی شکل بنالو۔''

نقل کی برکات

نبی کریم ﷺ جب غزوۂ حنین سے آرہے تھے۔ راستے میں ایک جگہ دیہات کے بہت سے بچے مسلمانوں کے لشکر کے پاس جمع ہوگئے۔ ان میں ابو محذورہؓ بھی تھے۔ جب مؤذن نے اذان کہی تو ان بچوں نے بھی نقل اتارنی شروع کی تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ: ''ان کو پکڑ لاؤ''

ابو محذورہؓ ان میں بڑے تھے۔ ان کو بھاگتے ہوئے شرم آئی وہ نہ بھاگے اور باقی سارے بھاگ گئے۔ ان کو جب رسول اللہ ﷺ کے پاس حاضر کیا گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ: ''اس طرح نقل اتارو اور کہو اللہ اکبر، اللہ اکبر''

حضرت ابو محذورہؓ نے کہہ دیا پھر آپ ﷺ نے فرمایا کہ: ''کہو اشھدان لا الہ الا اللہ''

تو ان کو تامل ہوا۔ کیونکہ اس میں توحید کا اقرار تھا۔ لیکن آپ نے دبے لفظوں سے کہہ دیا اشھدان لا الہ الا اللہ پھر آپ ﷺ نے فرمایا کہ: ''زور سے کہو''

تو حضرت ابو محذورہؓ نے دوسری دفعہ بھی کہا۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا: ''اشھد ان محمد رسول اللہ'' تو اس میں حضرت ابو محذورہؓ کو زیادہ تامل ہوا کیونکہ توحید کے تو کسی درجے میں مشرکین مکہ بھی قائل تھے۔ چنانچہ وہ اپنے تلبیے میں کہتے تھے۔ ''لبیك اللھم لبیك لا شریك لك لبیك''

اور قرآن مجید میں ہے۔ ''اگر آپ ان سے یہ پوچھیں کہ ساتوں آسمانوں اور زمین کو اس بڑے عرش کو کس نے پیدا کیا تو وہ ضرور کہیں گے کہ اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا۔''

لیکن رسالت کے تو وہ منکر تھے اور سارا جھگڑا رسالت نہ ماننے پر تھا۔ اس لئے ابو محذورہؓ پہلے تو چپ ہوگئے۔ لیکن پھر دبے ہوئے لفظوں میں کہا: ''اشھد ان محمد رسول اللہ''

آپ ﷺ نے فرمایا کہ: ''زور سے کہو''

تو ابو محذورہؓ نے زور سے دوسری دفعہ بھی کہا! اب ابو محذورہؓ نے یہ اذان اسلام کی حالت میں نہیں کہی تھی۔ محض نقالی کی تھی۔ اس کا اثر دل میں اتر گیا اور کہنے لگے کہ: ''یا رسول اللہ! اب تو آپ کا ہوں۔''

اب اذان میں ایک تو شوافع اور احناف کا اختلاف ہے۔ شوافع کہتے ہیں کہ ترجیع صفت اذان میں سے ہے۔ احناف کہتے ہیں کہ یہ تعلیم تھی۔ یہ تو فقہاء کے اختلاف ہیں۔ لیکن میرا مطلب یہ ہے کہ حضرت ابو محذورہؓ نے جب ظاہر سے اسلام کا اقرار کیا تو اس کا اثر دل میں بھی اتر گیا اور اسلام قبول کر لیا۔ اسی لئے نبی علیہ السلام نے فرمایا کہ: ''اگر رونا نہ آئے تو رونے کی شکل بنالو''

پس اگر نماز کو جی نہ چاہے تو بھی نماز نہ چھوڑنی چاہیے اور یہ چیزیں ماحول سے پیدا ہوتی ہیں۔ اگر ماحول اچھا ہو تو بچے بھی نمازی بن جاتے ہیں۔ آپ کو معلوم ہے کہ مطالبہ پاکستان کے وقت بچوں کے کھیل بھی جلسے اور

جلوس بن گئے تھے۔ کیونکہ ماحول ہی ایسا تھا۔ حضرت مولانا انور شاہ صاحبؒ کے سامنے ایک نوجوان طالب علم آیا اور جلدی سے نماز پڑھ کر چل دیا تو حضرت نے فرمایا کہ: ”تو نے نماز اچھی طرح سے کیوں نہ پڑھی؟“

تو اس کے منہ سے نکلا کہ: ”حضرت! میں چھوٹی کتابیں پڑھتا ہوں۔“

تو حضرت کو غصہ آیا اور فرمایا کہ: ”یہ مسائل تو ماں باپ کے ورثہ میں ملتے ہیں۔ ان میں کتابوں کی ضرورت نہیں۔“ لیکن یہ جب ہوتا ہے۔ جب ماں باپ بھی ایسے ہی ہوں۔ عیسائی ذہنیت کا ماحول بن جائے تو دل بھی اسی طرح مائل ہو جاتا ہے۔

حضرت گنگوہی کا واقعہ

حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہیؒ ایک دفعہ ایک شادی کے سلسلے میں تھانہ بھون تشریف لے گئے تو خیال ہوا کہ حضرت حاجی صاحبؒ کی زیارت بھی کرلوں۔ چنانچہ گئے تو حضرت حاجی صاحبؒ کو معلوم ہوگیا کہ یہ فطرت سلیمہ رکھتے ہیں تو آپؒ نے پوچھا کہ: ”آپ کسی سے بیعت بھی ہوئے یا نہیں؟“ تو آپ نے کہا کہ: ”نہیں۔“ تو حاجی صاحبؒ نے فرمایا کہ: ”پھر مجھ سے ہی بیعت ہو جاؤ۔“ تو حضرت گنگوہیؒ نے کہا کہ: ”میں اس شرط پر بیعت ہوں گا کہ آپ مجھے ذکر وشغل کا حکم نہ فرمائیں گے۔“ حاجی صاحبؒ نے کہا کہ: ”میں نے تو بیعت ہونے کو کہا ہے ذکر کرنے کو کہا ہی نہیں۔“ اور وعدہ فرمایا کہ نہیں کہوں گا۔ حضرت حاجی صاحبؒ نے بیعت فرمایا اور ساتھ ہی فرمایا کہ: ”دو تین دن یہاں ٹھہر جاؤ۔“ تو آپ وہیں تھانہ بھون میں تین دن ٹھہرے۔ جب رات کو تین بجے تو دیکھا کہ لوگ اٹھ کر تہجد ادا کر رہے ہیں تو حضرت گنگوہی کو شرم آئی۔ آپ نے بھی اٹھ کر نماز تہجد پڑھی۔ جب لوگوں کو دیکھا کہ ذکر وشغل میں مشغول ہیں تو آپ بھی ذکر میں مشغول ہوگئے۔ دوسرے دن پھر یہی حالت ہوئی۔ تیسرے دن اٹھ کر خود بخود خوشی سے تہجد پڑھی اور ذکر وشغل میں مشغول ہوگئے۔ تیسرے دن حاجی صاحبؒ کے پاس گئے اور کہنے لگے کہ: ”حضرت! آپ نے تو سب کچھ ہی کرا دیا۔“ حضرت صاحبؒ نے فرمایا کہ: ”بھائی میں نے تو کہا نہیں اور نہ ہی وعدہ خلافی کی۔ اب آپ جا سکتے ہیں۔“ تو حضرت گنگوہی نے کہا: ”اب تو میں نہیں جاتا۔“

چالیس دن وہاں ٹھہرے اور تھوڑے عرصے کے بعد خلافت لے کر واپس آئے۔ پس یہ عبادت پہلے ریا تھی پھر عادت ہوئی۔ عبادت ہوئی اور ساتھ ہی خلافت بھی مل گئی۔ میرا اپنا مشاہدہ ہے جب کہ میری عمر آٹھ برس کی تھی کہ گنگوہ کی مسجد میں بہت سے دھوبی کپڑے دھونے آتے تو ماحول سے متاثر ہو کر جب کپڑے کو مارتے تو لا الٰہ الا اللہ کہتے تھے۔ حالانکہ ان کو پڑھنے کا حکم نہیں دیا گیا تھا۔ مقولہ مشہور ہے۔

ہرچہ در کان نمک رفت نمک شد

حضرات! صحابہؓ کا ماحول تھا کہ جو بھی اس میں آتا وہ متاثر ہوئے بغیر نہ رہتا اور ان کا ماحول بھی بہت قوی تھا۔ انبیاء علیہ السلام کے بعد انہی کا درجہ تھا۔ امت کا اجماع ہے۔ الصحابہ کلہم عدول اور وہ معصوم تو نہیں تھے۔ لیکن محفوظ تو ضرور تھے۔ امت کا اتفاق ہے کہ کوئی شخص غوث بن جائے۔ قطب بن جائے۔ لیکن ادنیٰ صحابہؓ کے درجہ کو نہیں پہنچ سکتا۔ ایسے ماحول سے ابوجہل جیسا بدبخت ہی متاثر ہوئے بغیر اپنے گھر میں کہتا تھا کہ بات تو ٹھیک ہے۔

لیکن اگر ہم رسول اللہ ﷺ کو مان لیں تو پھر ان کی غلامی کرنی پڑے گی۔ اگر ایک گھرانہ یہ عہد کرے کہ ہم غیبت وغیرہ گناہ چھوڑ دیں گے تو ان کے ماحول میں جو داخل ہوگا انہی کی طرح ہو جائے گا۔

اسلام کی حقانیت کے متعلق غیروں کا اعتراف

حضرت مولانا عبیداللہ صاحبؒ ایک سیاسی مفکر تھے۔ روس کے انقلاب میں وہیں تھے۔ فرماتے ہیں کہ میں اسٹالن سے ملا اور اسلامی نظام اور اس کے اصول مع دلائل اس کے سامنے پیش کئے تو اسٹالن نے کہا کہ: ’’یہ بالکل ٹھیک ہے۔ اگر دنیا میں کوئی نظام جاری ہوا تو اسلام ہی جاری ہو کر رہے گا۔ لیکن یہ بتائیے کہ اس کا عمل دنیا میں بھی موجود ہے۔‘‘

اس پر مولانا خاموش ہوگئے تو دنیا آج قول کو نہیں دیکھتی بلکہ فعل کا مطالبہ کرتی ہے۔ امام مالکؒ فرماتے ہیں۔

’’جس آدمی کا قول اس کے فعل کے موافق ہوا تو نجات پاگیا اور جس کا قول فعل کے موافق نہ ہوا وہ ہلاک ہوگیا۔‘‘

آج اسلامیہ جمہوریہ کا اعلان کیا گیا۔ لیکن دنیا اس قول کو نہیں دیکھتی بلکہ عمل کو دیکھتی ہے۔ اس لئے ہمارے لئے یہ ضروری ہے کہ ہم دنیا کے سامنے ایک عملی نقشہ پیش کریں۔ ایک بڑے سے بڑا عالم ہو۔ لیکن جب تک وہ اپنے کہے کے مطابق عمل نہ کرے تو اس کو اپنے قول میں تذبذب رہتا ہے۔

خانقاہ تھانہ بھون کی خصوصیات

حضرت مولانا تھانویؒ کے پاس آنے میں نماز روزہ وغیرہ کی پابندی تو تھی ہی۔ لیکن یہ بھی قانون تھا کہ کوئی کسی کے لئے موجب اذیت نہ ہوگا۔ تھانہ بھون کی خانقاہ میں کسی صاحب کا رومال گر پڑا۔ لیکن کسی نے وہاں سے نہیں اٹھایا اور تین دن تک پڑا رہا اور ماحول کی وجہ سے کسی کو چرانے کی ہمت نہ ہوئی اور حجروں میں تالا لگانے کا دستور ہی نہیں تھا۔ آج حجاز کی حکومت ہے اور بادشاہ کا جذبہ یہ ہے کہ اسلامی قانون نافذ ہو۔ اب ایک عورت بھی مع زیورات سفر کرتی ہے تو اس کو کسی قسم کا اندیشہ نہیں ہوتا۔ پولیس اور ہتھیاروں کی کمی نہیں لیکن دنیا میں فسق وفجور کی کثرت ہو رہی ہے۔ ہم حج پر گئے تو دیکھا کہ چند بوریاں کھجوروں کی بھری ہوئی پڑی ہیں۔ ایک شخص نے پولیس میں جاکر اطلاع دی کہ فلاں جگہ کھجور کی بوریاں پڑی ہیں۔ پولیس نے کہا: ’’ٹھیک ہے لیکن یہ کیسے پتا چلا کہ ان میں کھجوریں ہیں۔ معلوم ہوا کہ تم نے ٹٹول کر دیکھی ہیں اور چرانے کا موقع تلاش کرتا رہا موقع نہ ملا۔‘‘

اس شخص کو اس پر سزا ملی۔ ہندوستان میں مختلف میلے ہوتے ہیں اور مسلمان بھی ہندوؤں کو دیکھ کر میلے کرنے لگے ہیں۔ ان میں ہر طرح سے فسق وفجور اور چوریاں ہوتی ہیں۔ لیکن مکہ میں لاکھوں کا مجمع ہوتا ہے اور کبھی چوری نہیں ہوتی اور اگر کہیں چوری ثابت بھی ہوتی ہے تو حاجی حاجی کی چوری کرتا ہے۔ میں یہ نہیں کہتا کہ ان سے غلطی سرزد نہیں ہوتی۔ لیکن غلبہ دیانت کا ہے اگر چور کا ایک دفعہ ہاتھ کاٹ دیا جائے تو برسوں تک چوری سے نجات ملتی ہے اور رجم اور قطع ید کو وحشیانہ سزا کہنا انہی سے ہو سکتا ہے۔ جن کے نزدیک زنا یا چوری کوئی غیر وحشی فعل ہیں۔ ادیان سماویہ میں زنا سے بڑا کوئی جرم نہیں تھا۔ ایک عورت کے زنا کرنے سے سارا خاندان بدنام ہوتا ہے اور شہرت پر دھبہ آتا ہے اور نسل کا اختلاط ہوتا ہے۔ اب یہ فعل بھی تو وحشی ہے۔ اگر وحشی فعل پر وحشیانہ سزا ہو تو اس میں کیا جرم

ہے اور آج کل کے مہذب قانون میں اس کو جائز قرار دیا گیا ہے۔ صرف جبراً زنا کرنا ہی جرم ہے۔ فریقین کی رضا ہو جائے تو جرم ہی نہیں۔ بہر حال ان چیزوں کا ماحول کے ساتھ تعلق ہے۔ حکومتوں کے قوانین جرائم کے افعال کو روک سکتے ہیں۔ لیکن جرائم کی نفرت دل میں نہیں بٹھلا سکتے۔ زانی زنا سے اور چور چوری سے قانون کی وجہ سے رک تو سکتا ہے لیکن زنا اور چوری کی نفرت اس کے دل میں قوانین سے نہیں بیٹھتی۔ غیبت کے متعلق اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ''کیا تم میں سے کوئی پسند کرتا ہے کہ اپنے بھائی کا گوشت کھائے؟'' تو غیبت کو مردہ بھائی کے گوشت کھانے کے ساتھ تشبیہ دی گئی ہے اور حدیث میں ہے کہ: ''انسان جب جھوٹ بولتا ہے تو اس کے منہ سے ایک بدبو پیدا ہو جاتی ہے اور فرشتہ اس سے دور ہٹ جاتا ہے۔ جب وہ جھوٹ کو ختم کرتا ہے تو فرشتہ واپس آ جاتا ہے۔'' مشرکین کے متعلق اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ: ''مشرکین نجس ہیں۔''

معلوم ہوا کہ شرک اور ایسے ہی دوسرے معاصی معنوی نجاستیں ہیں اور جن کو باطنی احساس ہوتا ہے وہ پہچانتے بھی ہیں۔ حضرت عثمانؓ کے زمانے میں ایک شخص آپؓ کے پاس آ رہا تھا کہ راستے میں ایک عورت پر نظر پڑ گئی تو یہ نظر تو گناہ نہیں تھی۔ کیونکہ حدیث شریف میں ہے: ''پہلی نظر میں کوئی گناہ نہیں اور دوسری میں گناہ ہے۔'' لیکن اس شخص نے قصداً دوسری دفعہ بھی نظر اٹھا کر دیکھا۔ جب حضرت عثمانؓ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپؓ نے فرمایا: ''لوگوں کو کیا ہو گیا ہے کہ ہمارے پاس آتے ہیں اور ان کے دلوں میں زنا کا اثر ہوتا ہے۔'' اس کی وجہ یہ تھی کہ آپؓ کے قلب اور روح کا حاسہ تیز تھا۔ جس سے آپؓ کو یہ گناہ نظر آ گیا تھا۔

امام ابوحنیفہؒ کا سچا واقعہ

امام ابوحنیفہؒ جب مسجد میں آتے اور لوگ وضو کرتے تو آپؒ نظریں نیچی کر لیتے۔ لوگوں نے اس کی وجہ پوچھی تو آپؒ نے فرمایا کہ: ''حدیث شریف میں ہے کہ انسان وضو کرتا ہے تو اس کے اعضاء کے تمام گناہ جھڑ جاتے ہیں۔ جب کلی کرتا ہے تو منہ کے گناہ جھڑ جاتے ہیں۔ جب سر کا مسح کرتا ہے تو سر کے گناہ جھڑ جاتے ہیں اور جب پاؤں دھوتا ہے تو پاؤں کے گناہ جھڑ جاتے ہیں۔ تو فرمایا کہ جب گناہ جھڑتے ہیں تو مجھے معلوم ہو جاتا ہے کہ یہ شخص فلاں گناہ کر کے آیا ہے اور اس سے مجھے بدظنی پیدا ہوتی ہے تو میں نظریں نیچے کر لیتا ہوں تاکہ گناہ کا علم ہی نہ اور نہ بدظنی پیدا ہو۔''

جن کی روحانیت قوی ہوتی ہے ان کو معاصی نظر آ جاتے ہیں اور قیامت میں تو اعمال سب کو نظر آنے لگیں گے۔ حدیث شریف میں ہے کہ: ''قیامت میں انسان کے سامنے دو چیزیں ہوں گی۔ ایک جہنم اور دوسرے اعمال کی صورت مثالی۔''

اعمال کی صورت کی مثال یہ ہے کہ دیوان غالب اب چھپا ہے تو غالب نے جس شعر میں جس خیال کا اظہار کیا ہے۔ اس کے نیچے اس کی تصویر کھینچ کر اس خیال کو ظاہر کر دیا گیا ہے۔ حدیث میں علم کی صورت مثالی دودھ بتائی گئی ہے اور نماز کی صورت مثالی عورت اور سخاوت کی صورت مثالی ایک عظیم الشان درخت ہے۔ جس کے سایہ میں سخی آدمی بیٹھے گا۔ جیسا کہ اس کی سخاوت سے غریبوں نے فائدہ اٹھایا۔ حدیث شریف میں ہے کہ جو شخص مالدار ہو

اور زکوۃ نہ دے تو قیامت کے دن وہ خزانہ سانپ کی شکل میں ہوگا اور اس کے گلے کا طوق بن جائے گا اور اس کو کاٹے گا اور کہے گا کہ میں تیرا مال ہوں۔ کیونکہ مال کی ظاہر صورت بہت عمدہ ہوتی ہے اور اس کا تصور بھی خوش کرتا ہے۔ چنانچہ اگر ایک آدمی کے پاس مال ہو اور خرچ بھی نہ کرے تو چوری ہو جانے پر اس کو بہت رنج ہوتا ہے اور اگر ناجائز طریق سے حاصل کیا جائے مثلاً چوری کی جائے تو اس میں ایک قسم کا زہر بھی ہوتا ہے۔ کیونکہ اس پر سزا ہوتی ہے۔ اس لئے اس کو سانپ کی شکل دی جائے گی۔ شیخ تقی الدین ابن دقیق العید بہت بڑے عارف باللہ صاحب کشف وکرامات تھے۔ جب مسجد بغداد میں داخل ہوتے تو منہ پر نقاب ڈال لیتے۔ لوگوں نے اس کی وجہ پوچھی تو آپ نے فرمایا کہ: ”جب میں مسجد میں جاتا ہوں تو کوئی کتا نظر آتا ہے اور کوئی خنزیر نظر آتا ہے تو میں منہ پر نقاب ڈال لیتا ہوں تاکہ مسلمانوں سے بدظنی پیدا نہ ہو۔“ یہ ایک الگ علم ہے جو اہل اللہ پر مخفی نہیں۔

اللہ کا قانون سزا

اقبال نے فرمایا:

ستاروں سے آگے جہاں اور بھی ہیں

اور اس صورت مثالی کو سمجھنے کے لئے اس جہان کی ایجادات نے بہت ہی آسان کر دیا ہے۔ چنانچہ آج آدمی کے پاس ایسے آلے موجود ہیں۔ جن کے ذریعے سے وہ ہر خفیہ بات کو معلوم کر لیتے ہیں اور مجرم کو انکار کی کوئی گنجائش نہیں رہتی۔ امریکہ میں فیصلے ایسے ہی ہوتے ہیں۔ حق تعالیٰ بھی کسی کو اس وقت سزا نہیں دیں گے۔ جب تک پہلے اس کو تمام زندگی کا ریکارڈ نہ دیا جائے اور پھر تمام اعمال کی صورت مثالیہ صف کی صورت میں اس کے سامنے پیش کی جائے گی۔ حدیث شریف میں ہے کہ زمین کے جس ٹکڑے پر نماز پڑھی ہوگی۔ وہ ٹکڑا بھی گواہی دے گا اور جس ٹکڑے پر کوئی گناہ کیا ہوگا۔ تو وہ ٹکڑا بھی گواہی دے گا کہ اس نے فلاں گناہ کیا ہے۔ پھر ملائکہ گواہی دیں گے اور اس پر بس نہیں کی جائے گی۔ بلکہ تمام اعضاء میں قوت گویائی دی جائے گی اور زبان سے یہ قوت سلب کر لی جائے گی اور جس عضو سے جو کام کیا وہ خود گواہی دے گا کہ اس نے فلاں فلاں کام کیا ہے۔ اتنی حجتوں کے بعد اس کو انکار کی ہمت نہ ہوگی اور زبان حال سے خود ہی اقرار کرے گا کہ میں اس سزا کا مستحق ہوں۔ پھر خواہ اللہ تعالیٰ معاف ہی فرمادیں۔ لیکن معافی اقرار گناہ کے بعد ہوگی۔ تو میں عرض کر رہا تھا کہ جب تک قلب کی ہیئت نہ بدلے گناہوں سے نفرت پیدا نہیں ہوتی۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ: ”تم ہر بات میں پہلی امتوں کی اتباع کرو گے یہاں تک اگر ان میں سے کسی نے اپنی ماں کے ساتھ زنا کیا ہوگا تو تم میں سے بھی کوئی اپنی ماں سے زنا کرے گا۔“

دلوں کا متقی بنانا

دلوں کو متقی بنانا دین کا کام ہے۔ انسان کا نہیں اور یہ ماحول کے بہتر ہونے سے ہوتا ہے اور اس کی ابتداء اپنے گھر سے کرنی پڑتی ہے۔ چنانچہ رسول اللہ ﷺ کو پہلے فرمایا گیا: ”اپنے آپ کو اور اپنے گھر والوں کو آگ سے بچاؤ“ جب گھر نیکی کا نمونہ بن گیا تو پھر رشتہ داروں کو تبلیغ کا حکم فرمایا۔ پس آپ نے رشتہ داروں کو بلایا اور ایمان لانے کی تبلیغ کی اور جن میں کچھ سعادت تھی ان کو اپنی طرف چن لیا۔ اس کے بعد فرمایا گیا کہ: ”آپ مکہ

والوں کو اور ارد گرد والوں کو ڈرائیں'' پھر فرمایا کہ:''آپ تمام جہان والوں کے لئے ڈرانے والے ہوں۔''

پھر آپ ﷺ نے تمام بادشاہوں کی طرف خطوط لکھے اور ایمان کی تبلیغ کی۔ بس یہی طریقہ ہے کہ اصلاح کی ابتداء اپنے گھر سے کرنی چاہئے۔ انسان نیکی بدی میں ایک بھیڑ چال ہے۔ میں نے بہت دیکھا کہ مجلس میں اگر ایک ابتداء کرے تو تمام ہی شروع ہو جاتے ہیں۔ ایسے ہی اگر ایک ابتداء کرے تو دوسروں سے بھی تمام بری عادتیں چھوٹ جاتی ہیں اور ترتیب بھی یہی ہونی چاہئے کہ اوّلاً گناہوں کو چھوڑنا چاہئے۔ پھر نیکیوں کو اختیار کرنا چاہئے اور گناہوں میں بھی بڑوں کو اور پھر چھوٹوں کو چھوڑنا چاہئے۔ نبی اکرم ﷺ کے پاس ایک شخص آیا اور اس نے عرض کیا۔

''حضور! میں تو ایمان لاتا ہوں اور جتنے برے کام کرتا ہوں ان سب کو چھوڑ نہیں سکتا۔''

حضور ﷺ نے فرمایا کہ:''تم صرف جھوٹ کو چھوڑ دینے کا وعدہ کرو۔'' اس نے کہا:''جی ہاں۔''

اور خوشی خوشی یہ وعدہ کر کے چلا گیا۔ مگر پھر جب گناہ کا خیال آتا تو محاسبہ کا خیال پہلے آ جاتا۔ چنانچہ جب شراب پینے چلا تو خیال آیا کہ یہ فعل چھپے گا نہیں۔ پھر تو جھوٹ بولوں گا اور یا حد لگے گی اور رسوائی ہوگی۔ جب چوری کا جذبہ پیدا ہوا تو بھی خیال ہوا کہ چوری چھپے گی نہیں تو خواہ مخواہ رسوائی ہوگی۔ جب آخر میں زنا کا جذبہ اٹھا تو بھی خیال ہوا کہ رسوائی تو ہوگی۔ چنانچہ اس سے تینوں گناہ چھوٹ گئے۔ صبح کو حاضر ہوا اور کہنے لگا:''یا رسول اللہ ﷺ! آپ نے چھڑائی تو ایک چیز تھی اور چھوٹ گئیں ساری۔''

ایسے ہی طبیب کامل مختصر سا نسخہ تجویز کیا کرتا ہے۔ حضرت گنگوہیؒ کے پاس ایک دیہاتی آیا اور بیعت ہوا۔ پھر وہ کہنے لگا کہ:''مولوی جی! آپؒ نے پوچھا ہی نہیں کہ میں افیون بھی کھاتا ہوں۔'' تو آپؒ نے حرام کہہ کر افیون نہیں چھڑائی۔ بلکہ فرمایا کہ:''جتنی افیون کھاتے ہو بیس دن اسے نصف کھایا کرو۔ اس طرح کرتے کرتے انشاء اللہ عادت چھوٹ جائے گی۔'' لیکن وہ آدمی پکا تھا۔ جب سنا کہ حرام ہے تو ایک ہی دم چھوڑ دی اور دست وغیرہ جاری ہو گئے اور چھ ماہ تک بیمار رہا۔ آخر صحت ہوئی تو حضرت گنگوہیؒ کی خدمت میں حاضر ہوا اور پانچ روپے آپ کی خدمت میں پیش کئے۔ آپ چونکہ غریب آدمی سے کچھ نہیں لیتے تھے۔ اس لئے واپس کر دیئے تو اس نے کہا کہ:

''حضرت میں چھ ماہ میں پانچ روپے کی افیون کھاتا تھا اور افیون کو تو چھوڑ دیا اور واقعہ بھی سنایا تو میں نے کہا کہ یہ پانچ روپے آپ کی خدمت میں پیش کر دوں۔''

پھر آپؒ نے کچھ تھوڑا سا لے لیا۔ آج ساری مصیبت یہ ہے کہ عزم ہی نہیں ہوتا۔ لوگ شکایات کرتے ہیں کہ ماحول بہتر نہیں اور ماحول ایسی کوئی بارش نہیں جو برسے آخر ماحول کا بہتر بنانا بھی تو عزم سے ہوتا ہے۔

تو دل ہی اگر نہ چاہے تو باتیں ہزار ہیں۔

ہر یکے ناصح برائے دیگراں اور شریعت نے یہ تعلیم دی کہ اپنے نفس سے ہمیشہ بدظنی رہے اور اپنے سوائے ہر ایک سے حسن ظن ہو اور دنیا نے اس کا الٹ کیا ہوا ہے۔

دہلی کے آخری بادشاہ ظفر جب ان سے سلطنت چھن گئی تو صوفی ہو گئے تھے۔ وہ کہتے تھے:

نہ تھی جہاں کی جب اپنی خبر
رہے دیکھتے دوسروں کے عیب وہنر
پڑی جب اپنی خرابیوں پہ نظر
تو نظر میں کوئی برا نہ رہا

اور فرماتے ہیں کہ:

ظفر آدمی اس کو نہ جانئے گا
گوہو کیسا ہی صاحب فہم و ذکا
جسے عیش میں یاد خدا نہ رہی
جسے طیش میں خوف خدا نہ رہا

تو میں عرض کرر ہا تھا کہ دین کا اثر اس وجہ سے کم نہیں کہ علم نہیں بلکہ معاشرہ خراب ہے۔ اس لئے پہلے ماحول اور معاشرہ کی اصلاح کرنی چاہئے۔ آج خیر خواہی سے ہی اسلامی نظام کا مطالبہ ہورہا ہے اور حکومت بھی خیر خواہی سے ہی اس کو نافذ کرنا چاہتی ہے۔ لیکن تمام کام قانون سے تو نہیں ہوتے۔ کون سی حکومت زنا کا اعلان کررہی ہے؟۔ جو یہ زنا ہورہے ہیں آج بھی چوری اور زنا قانوناً جرم ہیں۔ گویا بعض اسلامی نظام آج بھی نافذ ہے۔ لیکن چوری اور زنا آج بھی ہورہے ہیں۔ اور جب آج بھی قانون کی خلاف ورزی ہورہی ہے۔ وہ کل اسلامی قانون کے نفاذ میں بھی ہوتی رہے گی۔ اس لئے تمام کام حکومت پر ہی نہیں چھوڑنا چاہئے اور کم از کم جتنے اجزاء اسلامی قانون کے نافذ ہیں۔ ان پر تو عمل کرنا چاہئے تو میں نے یہ آیت پڑھی تھی۔ جس میں صرف تقویٰ ہی نہیں بلکہ صحبت کا بھی حکم ہے۔ اس لئے علماء درویش اور نیکوں کی صحبت اختیار کرنی چاہئے۔ رسول اللہ ﷺ نے اچھی صحبت کی مثال عطار کی دکان سے دی ہے اور بری صحبت کی مثال لوہاری دوکان سے دی ہے۔ اگر آدمی جائے تو کہیں نہ کہیں سے آگ لگ جاتی ہے یا کپڑا سیاہ ہو جاتا ہے

اس لئے ضروری ہے کہ اچھی صحبت اختیار کی جائے تا کہ اچھی عادتیں پیدا ہوں۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو توفیق عطاء فرمائے۔ آمین!

اللہ تعالیٰ مغفرت فرمائیں!

☆ ...... عالمی مجلس جھنڈو کے رکن حافظ محمد شریف کے بھائی عبدالرشید غوریؒ گذشتہ دنوں انتقال کر گئے۔

☆ ...... عالمی مجلس میرپورخاص کے معاون ماسٹر رحیم بخش پنہور کے بڑے بھائی گذشتہ دنوں انتقال فرماگئے۔

☆ ...... عالمی مجلس میرپورخاص کے ناظم اعلیٰ مولانا حفیظ الرحمان فیض کی نانی گذشتہ دنوں کوئٹہ میں انتقال کر گئیں۔

☆ ...... عالمی مجلس میرپورخاص کے مبلغ مولانا محمد علی صدیقی نے تمام احباب سے تعزیت کی اور مرحوموں کے لئے بلندی درجات کی دعاء کی۔

معاملات کی صفائی!

حضرت مولانا محمد اکرم طوفانی

زندگی کو بحیثیت مسلم کے پاکیزہ بنانے کے لئے معاملات کی صفائی اور درستگی اتنا ہی ضروری ہے۔ جس قدر دین کے باقی جملہ اجزاء ضروری ہیں۔ بلکہ بعض اعتبار سے تو معاملات کو صاف ستھرا رکھنا فرض الفرائض سے ہے۔ جس طرح کلمہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ میں اگرچہ لا الہ الا اللہ پہلے ہے اور محمد رسول اللہ بعد میں ہے۔ حضرت مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ فرمایا کرتے تھے کہ اگرچہ لا الــــه الا اللہ پہلے ہے اور محمد رسول اللہ بعد میں۔ لیکن ماننے میں محمد رسول اللہ ﷺ کی ذات کو پہلے مانو گے تو پھر لا الہ الا اللہ قبول ہوگا۔ پہلے محمد کریم ﷺ کی ذات گرامی کو بمع لوازمات رسالت کے مانو گے تو پھر لا الــــه الا اللہ قبول ہوگا۔ اگر حضور ﷺ کی ذات کو نہ مانو گے تو ساری زندگی توحید کی رٹ لگاتے رہو بیکار اور لغو جائے گی۔

دین کے اجزاء: اسی طرح دین تین اجزاء پر مشتمل ہے۔ اعتقادات، عبادات، معاملات۔ معاملات اگرچہ بظاہر تیسرے درجہ پر ہیں۔ لیکن حقیقتاً یہ معاملات، اعتقادات اور عبادات کے لئے بعض اعتبار سے موقوف علیہ ہیں۔ حضرت مولانا محمد علی جالندھریؒ اپنے وعظوں میں فرمایا کرتے تھے کہ جس طرح موجودہ دور میں معاملات سے بے اعتنائی اور بے التفاتی واقع ہو رہی ہے۔ یہ ایک خطرناک علامت ہے۔ جس سے دین کی عمارت کمزور سے کمزور تر ہوتی چلی جائے گی۔ وہ فرمایا کرتے تھے حضور ﷺ نے لوگوں کو توحید و رسالت کی طرف بلانے سے پہلے لوگوں کے سامنے سب سے پہلے اپنے معاملات رکھے اور فرمایا کہ هل وجد تمونی صادقاً ام کاذباً!

تم لوگوں نے مجھے کیسے پایا۔ معاملات میں مجھے سچا پایا یا اس کے برعکس پایا۔ جواب میں موجود تمام کفار نے متفقہ طور پر کہا کہ ہم نے آپ کا جب بھی تجربہ کیا سچا اور ستھرا پایا اور یہ حقیقت بھی اظہر من الشمس ہے کہ نبوت کے دعویٰ سے پہلے کوئی بھی ثابت نہیں کر سکتا کہ کسی کافر اور مشرک نے حضور کی چالیس سالہ زندگی میں کسی قسم کا کوئی نکتہ اعتراض پیش کیا ہو۔ معلوم ہوا کہ اگر معاملات ضروری نہ ہوتے تو حضور ﷺ قــولــوا لا الــه الا اللہ سے پہلے معاملات پیش نہ فرماتے۔ اسی طرح مولانا اشرف علی تھانویؒ سے بھی منقول ہے کہ معاملات کی صفائی بعض اعتبار سے دین کے اهم الاجزاء سے ہے اور ہمارے زمانے میں سب سے زیادہ کوتاہی اسی مقدمہ میں واقع ہو رہی ہے۔

حقوق العباد: معاملات دراصل حقوق العباد کا دوسرا نام ہے اور نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ ذکر اذکار کے علاوہ حقوق العباد کا خیال کرنا اور حسب موقع ان کا ادا کرنا فرض اور ضروری ہے۔ یہ حقوق مال سے بھی متعلق ہیں اور مال کے علاوہ دوسرے معاملات میں بھی ادائیگی حقوق کا لحاظ کرنا ضروری ہے۔ حضرت سفیان ثوریؒ فرمایا کرتے تھے کہ اگر ایک شخص قیامت کے دن خدا کی ستر نافرمانیاں لے کر پہنچے تو یہ اس سے بہت ہی ہلکا جرم ہے کہ کسی بندہ کا ایک حق اپنے ذمہ لے کر میدان حشر میں جائے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کی ذات بے نیاز ہے۔ وہ معاف فرمادیں گے۔ مگر بندے چونکہ محتاج ہیں۔ اس لئے ان کے حق کا خیال رکھنا۔ حقوق العباد سے پاک ہو کر اس جہان سے جانا بہت ہی

اہم اور زیادہ ضروری ہے۔ کیونکہ محتاج اپنی حاجت کی وجہ سے معاف نہیں کیا کرتا۔ بلکہ اپنا پورا پورا حق وصول کر لیا کرتا ہے۔

موجودہ دور میں دین سے دوری، علماء سے نفرت، آخرت کی عدم فکر اور خاص بد دینی اور عریانی، فحاشی کی فضاء میں۔ مرنے کے بعد کی زندگی کا دھیان ختم ہو رہا ہے۔ قبر میں جانا، حساب و کتاب ہونا اور ذرہ ذرہ کا حساب دینا اذہان سے مفقود ہو چکا ہے۔ لہٰذا ایک فارمولا شیطان نے ذہن میں ڈال دیا ہے کہ میاں یہ جہان بیٹھا اگلا کس نے دیکھا۔ اللہ تعالیٰ رحم فرمائیں گے۔ وہ بڑے فضل والے ہیں۔ وہ جب بارش دیتے ہیں رحمت کرتے ہیں۔ تو وہ ہر جگہ ناپاک اور پاک گندگی کے ڈھیر اور باغ سب جگہ ہوتی ہے۔ لہٰذا اسی طرح اللہ تعالیٰ قیامت میں جب اپنا فضل کرنے پر آئیں گے تو گنہگار اور نیک برابر بارش کی طرح، معاملہ فرمائیں گے اور یوں ہم بڑے سے بڑا گناہ کر کے بھی جائیں گے تو اللہ تعالیٰ بخش دیں گے۔ چنانچہ ان مزعومہ خیالات کو بنیاد بنا کر ہر وہ کام کر گزرتے ہیں۔ جو جائز ہو یا ناجائز ہو۔ کسی کا حق ضائع کر دینا، ظلماً کچھ وصول کر لینا، رشوت سے پیٹ بھرنا، اور کسی ذریعہ سے ایسا مال حاصل کر لینا جو شرعاً حرام ہو۔ کوئی بڑا گناہ نہیں سمجھا جاتا۔ بلکہ کچھ لوگ تو دانستہ ایک فن سمجھ کر اس کا ارتکاب کرتے ہیں۔ حالانکہ کتب احادیث میں رسول پاک ﷺ نے صاف فرمادیا ہے۔ سب سے بڑا مفلس وہ ہے جو قیامت کے روز باوجود اپنی ڈھیروں نیکیوں کے اپنے سر دوسروں کے حقوق لے کر آئے اور آپ ﷺ ہی سے منقول ہے۔ حرام کھانے اور پہننے کی وجہ سے نہ نماز قبول ہوگی اور نہ ہی دعا قبول ہوگی۔ اگر چہ وہ نماز اور دعا سحری کے وقت بھی نہایت لجاجت اور عاجزی سے مانگی جائے اور حرام مال کا صدقہ بھی قبول نہیں کیا جاتا اور آپ ﷺ ہی کے ارشادات سے یہ بھی معلوم ہو رہا ہے کہ جو کپڑا دس درھم کا خریدا گیا ہو۔ اس میں صرف ایک درھم حرام مل جائے تو جب تک وہ کپڑا اس کے جسم پر ہوگا اس کی نماز قبول نہیں ہوگی اور ایک جگہ مفہوم اس طرح ہے کہ وہ گوشت جنت میں داخل نہ ہو سکے گا جو حرام سے بڑھا ہوگا۔ جو گوشت حرام کی کمائی سے بنا ہو۔ اس کے لئے دوزخ ہی مناسب جگہ ہے۔

اندیشہ کفر: ان احادیث کی روشنی میں فقہ حنفی کے بڑے بڑے علماء اس پر متفق ہیں۔ جس شخص کو سو فیصد علم ہے کہ میری ساری کمائی حرام اور فراڈ کی ہے اور ثواب سمجھ کر حرام مال سے صدقہ کرتا ہے تو اس عمل کی وجہ سے اس کے کفر کا اندیشہ ہے۔

مولانا مفتی عاشق الٰہی بلند شہری اپنے ایک رسالہ میں رقم طراز ہیں کہ حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ نے ارشاد فرمایا کہ بلاشبہ روح القدس یعنی جبرائیل علیہ السلام نے میرے دل میں یہ بات ڈالی ہے کہ بے شک کسی جان کو پہلے موت نہ آئے گی جب تک اپنا رزق مقررہ پورا نہ کرے۔ فرمایا خبردار! اللہ سے ڈرو اور رزق طلب کرنے میں اچھا طریقہ اختیار کرو۔ جس سے حلال حاصل ہو اور رزق کا دیر سے ملنا تم کو اس پر آمادہ نہ کردے کہ اللہ کی نافرمانیوں کے ذریعہ سے طلب کرنے لگو۔ کیونکہ جو اللہ کے پاس ہے وہ اللہ کی فرمانبرداری سے ہی مل سکے گا۔ (مشکوٰۃ)

یعنی گناہ، دھوکہ، فراڈ، غلط، کام چوری، ڈیوٹی سے غفلت، ڈیوٹی سے لاپرواہی برت کر رزق حاصل نہ کرو۔ کیونکہ یہ سارے کام گناہ کبیرہ ہیں اور گناہ سے جو آمدنی ہوتی ہے وہ حرام ہوتی ہے۔ اسی طرح سود لے کر،

رشوت لے کر، گانے بجانے سے، کیبل نیٹ، وڈیو اور تصویریں بیچ کر، بینک کی نوکری یا کوئی ایسی تجارت یا ملازمت کر کے جو شرعاً حرام ہو، اپنا پیٹ ان حرام دھندوں سے نہ بھرو۔ اس لئے جو مقدر ہے وہ ضرور ملے گا اور مل کر رہے گا۔ پھر حرام کمانے میں جلدی کر کے آخرت برباد کرنے سے کیا فائدہ۔ ایک واقعہ حضرت علیؓ سے نقل کیا گیا ہے کہ انہوں نے ایک دفعہ اپنا گھوڑا ایک شخص کی نگرانی میں دے کر مسجد میں نماز کے لئے تشریف لے گئے۔ جب نماز سے فارغ ہو کر مسجد سے باہر نکلے تو دو درہم نکالے تا کہ اس شخص کو دے دوں، جس کو گھوڑا کی نگرانی کے لئے مامور کیا تھا۔ لیکن باہر نکل کر دیکھا تو وہ شخص موجود نہ تھا اور صرف گھوڑا، اکیلا تھا اور گھوڑے کی لگام بھی نہ دارد۔ آپ نے چند قدم آگے جا کر تلاش کرتے ایک دکان میں اپنے گھوڑے کی لگام کو پڑا ہوا دیکھا تو دکاندار سے پوچھا یہ لگام کس سے لی تو دکاندار کہنے لگا۔ ابھی تھوڑی دیر ہی پہلے ایک شخص آیا اور دو درہم لے کر یہ لگام بیچ گیا۔ تو بے ساختہ حضرت علیؓ کی زبان مبارک سے نکلا کہ میں نے بھی تو ہاتھ میں دو درہم پکڑے ہوئے ہیں۔ جو اس کو بطور اجرت دیتا۔ کاش کہ وہ جلدی نہ کرتا اور دو درہم حرام کے کمانے سے بچ جاتا اور حلال کے درہم اس کو نصیب ہو جاتے۔

حقیقت بھی یہی ہے۔ جب مقدر سے زیادہ یا کم مل ہی نہیں سکتا تو پھر حرام کی طرف بڑھ کر اپنی قبر اور آخرت برباد اور اپنی عبادتوں کو اکارت کرنا سراسر نادانی اور اللہ تعالیٰ کے احکام کی نافرمانی ہے۔

ہر مسلمان کا فرض ہے کہ حرام سے بچے اور حلال کھائے اور رزق مقدر کے لئے اپنی آخرت برباد نہ کرے اور اپنے معاملات کو شریعت مطہرہ کے مطابق بنائے رکھے کہ اسی میں سکون اور آخرت کا فائدہ ہے۔

قائم مقام قادیانی سپرنٹنڈنٹ بورسٹل جیل فیصل آباد کے خلاف تحقیقات کا مطالبہ

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے سیکرٹری اطلاعات جناب مولوی فقیر محمد نے وزیر اعظم جناب شوکت عزیز اور وزیر اعلیٰ پنجاب جناب چوہدری پرویز الٰہی اور گورنر پنجاب جناب خالد مقبول سے مطالبہ کیا ہے کہ:

فیصل آباد بورسٹل جیل میں قیدی بچوں کی تعداد 250 سے کم کر کے 125 اور قائم مقام سپرنٹنڈنٹ جیل قادیانی غیر مسلم فہیم الدین کی ڈاکٹروں سے ساز باز کر کے چھوٹی عمر کے قیدی بچوں کی عمر 16 سال سے زائد کرنے اور باہر کی دوسری جیلوں میں منتقل کرنے کی تحقیقات کی جائے اور جیل میں کلمہ کلاس، ناظرہ کلاس بند کرنے اور حفظ کلاس بند کرنے کے پروگرام اور قرآن مجید حفظ کرنے والے مسلمان قیدی بچوں کی زائد عمر شو کر کے دوسری جیلوں میں پہنچانے اور بورسٹل جیل میں سپرنٹنڈنٹ کی سیٹ ختم کر کے ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ جیل کی تعیناتی کروانے کی بھی انکوائری کی جائے۔

قادیانی ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ کی طرف سے تحفہ تحائف وصول کرنے کی بھی جانچ پڑتال کی جائے اور بلا تاخیر قادیانی غیر مسلم ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ بورسٹل جیل فہیم الدین کو تبدیل کیا جائے۔ اب جبکہ حکومت پنجاب نے جناب رضا زمان کو بورسٹل جیل کا نیا سپرنٹنڈنٹ لگا دیا ہے تو اس کا تحفظ کیا جائے اور قادیانی جیلر فہیم الدین قادیانی کی شرارت کا خاتمہ کیا جائے۔

محشر میں پانچ اہم سوالات!

جناب سید شمشاد حسین

حضرت معاذ بن جبلؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ:

’’قیامت کے روز محشر میں کوئی بندہ اپنی جگہ سے سرک نہ سکے گا۔ جب تک اس سے چار سوالوں کا جواب نہ لیا جائے۔ ایک یہ کہ اس نے اپنی عمر کس کام میں فناء کی۔ دوسرے یہ کہ اس نے اپنی جوانی کس شغل میں برباد کی۔ تیسرے یہ کہ اپنا مال کہاں سے کمایا اور کہاں خرچ کیا اور چوتھے یہ کہ اپنے علم پر کہاں تک عمل کیا۔‘‘

(بعض روایات میں پانچ کا عدد ہے۔ اس میں مال کے دو سوالوں کو الگ الگ شمار کر لیا گیا۔)

حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ نے ایک مرتبہ خطبہ دیا جس میں فرمایا کہ:

’’اے جماعت مہاجرین! پانچ خصلتیں جن کے متعلق میں اللہ سے پناہ مانگتا ہوں کہ وہ تمہارے اندر پیدا ہو جائیں۔ ایک یہ کہ جب کسی قوم میں بے حیائی پھیلتی ہے تو ان پر طاعون اور وبائیں اور ایسے نئے نئے امراض مسلط کر دیئے جاتے ہیں۔ جو ان کے آباء واجداد نے سنے بھی نہ تھے اور دوسرے یہ کہ جب کسی قوم میں ناپ تول کے اندر کمی کرنے کا مرض پیدا ہو جائے تو ان پر قحط اور گرانی اور مشقت ومحنت اور حکام کے مظالم مسلط کر دیئے جاتے ہیں۔ تیسرے یہ کہ جب کوئی قوم زکوٰۃ ادا نہ کرے تو بارش بند کر دی جاتی ہے۔ چوتھے یہ کہ جب کوئی قوم اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کے عہد کو توڑ ڈالے تو اللہ تعالیٰ ان پر اجنبی دشمن مسلط فرمادیتے ہیں۔ جو ان کے مال بغیر کسی حق کے چھین لیتا ہے اور پانچویں یہ کہ جب کسی قوم کے ارباب اقتدار کتاب اللہ کے قانون پر فیصلہ نہ کریں اور اللہ تعالیٰ کے نازل کردہ احکام ان کے دل کو نہ لگیں تو اللہ تعالیٰ ان کے آپس میں منافرت اور لڑائی جھگڑے ڈال دیتے ہیں۔‘‘

(یہ روایت ابن ماجہ اور بیہقی وغیرہ نے نقل کی ہے اور حاکم نے اس کو صحیح علی شرط مسلم فرمایا ہے)

(معارف القرآن ص۴۶۳،۴۶۴)

مجلس تحفظ ختم نبوت اٹک کا انتخاب

تمام دینی جماعتوں کا نمائندہ اجلاس زیر سرپرستی جمعیت علماء اسلام ضلع اٹک کے ہردلعزیزی راہنما قاری شیر زمان صاحب خطیب جامع مسجد لوہاراں اٹک شہر منعقد ہوا۔ جس میں قادیانی سازشوں سے عوام کو باخبر رکھنے کے لئے مجلس تحفظ ختم نبوت اٹک کا انتخاب عمل میں لایا گیا۔ امیر: قاری محمد ابراہیم ثاقب الحسینی صاحب، خطیب جامع مکی مسجد اٹک شہر، نائب امیر: مولانا محمد انور شاکر صاحب خطیب مسجد شکردرہ اٹک شہر، سیکرٹری: فخرالاسلام فیصل، سالار: ملک عتیق الرحمن صاحب صدر ٹیچرز یونین ضلع اٹک، نشرواشاعت: حمید الحق صاحب۔ مجلس شوریٰ کے ممبران: ۱......محمد شفیق صاحب۔ ۲......حاجی محمد افضل صاحب۔ ۳......قاضی خالد صاحب۔ ۴......میاں طارق صاحب۔ ۵......سید تحسین حسین صاحب۔ ۶......عبدالعزیز صاحب۔ ۷......خالد یوسف صاحب۔ ۸......وحید صاحب۔ ۹......ظفر محمود صاحب۔ ۱۰......حافظ عامر مقصود صاحب۔

آہ! حضرت مولانا محمد عبداللہ احمد پوریؒ!

حضرت مولانا اللہ وسایا

۲۴ ذیقعدہ ۱۴۲۷ھ بمطابق ۱۶ دسمبر ۲۰۰۶ء کو پاکستان کے ممتاز عالم دین حضرت مولانا محمد عبداللہ احمد پوری انتقال فرماگئے۔ انا للّٰه وانا الیه راجعون! مولانا محمد عبداللہ ۱۹۲۹ء قصبہ پکالاڑاں (لیاقت پور) کے قریب بستی نور محمد بٹوانی میں پیدا ہوئے۔ والد گرامی کا نام مولانا نور محمد تھا۔ جو حضرت مولانا محمد عبداللہ درخواستی مرحوم کے موقوف علیہ تک کے ہمدرس اور ساتھی تھے۔ مولانا محمد عبداللہ نے ابتدائی تعلیم اپنے والد گرامی سے حاصل کی۔ آپ کے اسباق کی بسم اللہ دین پور شریف کی معروف روحانی شخصیت حضرت میاں عبدالہادیؒ نے کرائی۔ الہ آباد مڈل سکول سے آپ نے ساتویں تک تعلیم حاصل کی۔ ۱۹۴۲ء میں جامعہ عباسیہ بہاولپور میں داخلہ لیا اور جامعہ کی انتہائی ڈگری ''علامہ'' حاصل کی۔ جامعہ عباسیہ میں مولانا غلام محمد گھوٹویؒ، مولانا محمد صادق، مولانا عبیداللہ بہاولپوری اور دیگر حضرات سے شرف تلمذ حاصل کیا۔ حضرت مولانا احمد علی لاہوریؒ سے دورہ تفسیر پڑھنے کی بھی سعادت حاصل کی۔ پاکستان کے شیخ الاسلام حضرت مولانا شبیر احمد عثمانیؒ سے بھی اجازت حدیث حاصل کی۔ ۱۹۴۸ء میں سرکاری ملازمت اختیار کی ان دنوں جامعہ عباسیہ کے زیر اہتمام سرکاری مدارس وسکولز کا انتظام تھا۔ تب آپ ان مدارس سے وابستہ ہوئے۔ مدرسہ عربیہ فاضل، احمد پور شرقیہ کے صدر مدرس (ہیڈ ماسٹر) بھی رہے اور سرکاری ملازمت کی پوری مدت آپ نے احمد پور شرقیہ میں گذاری۔ اس حوالہ سے آپ کو حضرت مولانا علامہ محمد عبداللہ احمد پوری کے نام سے یاد کیا جاتا تھا۔ تمام اہل علم حضرات کی آنکھوں کا تارا تھے۔ حضرت مولانا شمس الحق افغانیؒ، حضرت مولانا محمد علی جالندھریؒ، حضرت مولانا مفتی محمودؒ، حضرت مولانا حافظ سید عطاء المنعم شاہ صاحبؒ سے آپ کے مثالی تعلقات تھے۔ ۱۹۹۲ء میں آپ سرکاری ملازمت سے ریٹائر ہوئے۔ ۲۰۰۲ء تک احمد پور شرقیہ رہے۔ اس کے بعد اپنے آبائی گھر پکالاڑاں بستی نور محمد بٹوانی میں رہائش پذیر ہوگئے۔ مولانا محمد عبداللہ صاحب بہت محقق اور مدقق عالم دین تھے۔ آپ کی ثقاہت علمی کا اعتراف حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانویؒ فرماتے تھے۔ جب عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت نے آئینہ قادیانیت نامی کتاب وفاق المدارس کے نصاب کے لئے مرتب کی تو حضرت مولانا سعید احمد جلالپوری کے حکم پر آخری خواندگی کے لئے اس کتاب کو حضرت مولانا محمد عبداللہؒ صاحب کے پاس بھجوایا گیا۔ آپ نے دقت نظر کے ساتھ اس پر کام کیا اور بہت ہی باریک خامیوں کی نشاندھی سے ممنون فرمایا۔ کاروان جنت، خطبات بہاولپور کا علمی جائزہ، صحابہ کرامؓ کا مقام اور ان پر تنقید؟ جیسی کئی علمی کتابوں کے مصنف تھے۔ مؤخرالذکر دو کتابوں میں بالترتیب پروفیسر حمید اللہ حیدرآباد دکن اور سید ابوالاعلیٰ مودودی صاحب کے بعض تسامحات پر بھرپور علمی گرفت کی۔ حضرت مولانا حبیب اللہ گمانویؒ کے قائم کردہ جامعہ حبیبہ انوریہ کی شوریٰ کے رکن اور کئی جامعات کے سرپرست تھے۔ آپ کی وصیت کے مطابق آپ کا جنازہ حضرت مولانا میاں مسعود احمد دین پوری نے پڑھایا۔ خان پور، ظاہر پیر، دین پور، ظاہروالی، بہاولپور، احمد پور شرقیہ کے علماء کی بہت بڑی تعداد نے جنازہ میں شرکت کی سعادت حاصل کی۔

قادیانیت کے سلسلہ میں حضرت مولانا ظفر علی خانؒ کا کھلا خط

بنام جارج پنجم شہنشاہ ہند تاجدار انگلستان

ادارہ

ظفر اللہ کا تقرر منسوخ کیا جائے اور قادیانیوں کو اقلیت قرار دیا جائے۔ مولانا ظفر علی خانؒ کا نام اسلامیان وطن کے لئے نیا نہیں۔ ان کی خدمات پاکستان کی تاریخ کا ایک روشن باب ہے۔ آپ نے ۱۹۳۴ء میں ہندوستان کے فرمانروا جارج پنجم کو قادیانی گروہ سے متعلق ایک خط تحریر فرمایا۔ خط انگلش میں تھا۔ اس کا ترجمہ ۲۴ نومبر ۱۹۳۴ء کو روزنامہ زمیندار لاہور میں شائع ہوا۔ اس کے اہم حصے شائع کئے جارہے ہیں۔ کاش امریکہ کے موجودہ صدر اور برطانیہ کے موجودہ وزیراعظم بھی اس طرف توجہ فرمائیں۔

حضور والا! اس حیثیت سے کہ میں توحید کا ایک فرزند ہوں۔ جس کے فرائض میں مسائل پر قلم اٹھانا داخل ہے اور اس حیثیت سے کہ مجھے کروڑوں مسلمانوں کے عمیق ترین مذہبی احساسات پر عبور ہے۔ مجھے اجازت دیجئے کہ ایسے نازک اور اہم مسئلہ کے متعلق جس نے آج کل مسلمانان عالم کو بے حد پریشان کر رکھا ہے۔ حضور کی خدمت میں کچھ گذارش کروں۔

آپ اچھی طرح جانتے ہیں کہ ہم فرزندان اسلام جو قرآن مجید کو خدا کا آخری پیغام مانتے ہیں اور ان کتب سماوی پر بھی یقین رکھتے ہیں۔ جو اس سے قبل نازل ہوچکی ہیں اور معتقدات مذہبی کے سلسلہ میں بہت سے امور ایسے ہیں۔ جو ہمارے اور مسیحی اقوام کے درمیان قدر مشترک کا حکم رکھتے ہیں۔ مثلاً ہمارا یہ مذہبی عقیدہ ہے کہ بائیبل بھی آسمانی کتاب ہے اور ہم حضرت عیسیٰ اور حضرت موسیٰ علیہم السلام کا اسلام کے اولوالعزم پیغمبروں کی حیثیت سے بدرجہ غائت احترام کرتے ہیں۔ مسیحیوں کی طرح ہمارا بھی عقیدہ ہے کہ حضرت مریم صدیقہ کے بطن سے حضرت مسیح علیہ السلام معجزانہ طور پر انسانی ابوت کے منت کش ہوئے بغیر پیدا ہوئے۔ مسیحیوں کی طرح ہمارا یہ مقدس مذہبی فریضہ ہے کہ مریم صدیقہ کے جلیل القدر فرزند کی عزت کو ان تمام ناپاک دشمنان دین کے مفتریانہ اور کافرانہ حملوں سے بچائیں۔ جو مریم صدیقہ پر فسق کی تہمت لگاتے ہیں اور مسیح ابن مریم علیہ السلام کی اہانت کرتے ہیں۔ حضرت مسیح علیہ السلام اور حضرت مریم صدیقہ کی مقدس ومبارک شخصیتوں پر گندہ دہاں کفار کا یہ قرنہا قرن حملہ ہمارے دلوں میں غصہ اور غضب کا ایک طوفان بپا کر دیتا ہے اور ان کفرہ فجرہ کے اور ہمارے درمیان لاانتہا ہی نفرت کی ایک ایسی خلیج حائل ہوچکی ہے۔ جس پر کوئی پل نہیں باندھا جاسکتا۔

مسلمانوں کی طرف سے میں ادب کے ساتھ حضور کی توجہ ایک ایسے شخص کے اہانت آفریں ہذیانات کی طرف منعطف کرنے کی اجازت چاہتا ہوں جو ایک عامیانہ حیثیت سے تدریجی ترقی کرتا ہوا ناقابل رشک شدت کی بلندیوں پر پہنچ گیا اور جس نے قادیانیت کے نام سے ایک نیا فرقہ کا پیشوا بن کر نہ صرف مسلمانوں بلکہ دنیا کی ساری آبادی کے مذہبی احساسات کو اپنی مغلظ خرافات کا تختہ مشق بنا کر اور ان سب کی روحانی جمعیت قلب میں ایک خلفشار

عظیم پیدا کر دیا۔ اس شخص کا نام مرزا غلام احمد قادیانی ہے۔ جو صوبہ پنجاب کے ایک گاؤں قادیان میں پیدا ہوا تھا۔ اس نے دعویٰ کیا کہ ''میں مسیح موعود ہوں اور اس زمانہ میں بحیثیت پیغمبر کے مبعوث ہوا ہوں۔'' اس نے سادہ لوح اور سریع الاعتقاد مریدوں کی ایک جماعت اپنے گرد جمع کر لی۔ جو اس کے ہر لفظ کو وحی آسمانی کا درجہ دیتی ہے اور ازبس بڑا ہی چالاک تھا۔ اسی لئے غیر جانبدار سرکاری جرائم کی خفگی سے بچنے کے لئے اس نے تاج برطانیہ کی جاں نثاری و وفاداری کے دعویٰ کو اپنی سپر بنالیا۔ اس کے بعد اس نے کھلے بندوں اسلام، مسیحیت اور ہندو دھرم پر جگر خراش حملے ایسے اشتعال انگیز الفاظ میں کرنے شروع کر دیئے جسے کوئی شریف آدمی جسے اپنے مذہبی جذبات کا ذرا سا بھی پاس ہو ان کی ہرگز تاب نہیں لا سکتا۔ مریم صدیقہ علیہ السلام پر اس نے ازراہ غایت دریدہ دہنی زنا کا الزام لگایا اور مسیح ابن مریم کی تصویر پر اس نے سر سے لے کر پاؤں تک سیاہی کی کونچی پھیر دی اور یہی قادیان کے اس جھوٹے نبی کا سب سے بڑا شاہکار ہے۔ دنیائے اسلام نے بالاتفاق اسے اسلام کا سب سے بڑا دشمن قرار دیا اور طول وعرض عالم کے علمائے کرام نے اسے دجال کا لقب دیا۔ اس کے مرید جو پنجاب کی گذشتہ مردم شماری کے مطابق چھبیس ہزار نفوس ہیں۔ اس کے نقش قدم پر چل رہے ہیں اور اس کا موجودہ جانشین مرزا محمود قادیانی جو مذہب کی حدود سے نکل کر سیاسیات عالیہ کے دنگل میں آن کودا ہے۔ اسلام دشمنی اور مسیحی کی ان تمام روایات کو برقرار رکھے ہوئے ہے جو اسے ترکہ میں ملی ہیں۔

مرزا غلام احمد قادیانی نے اکثر کتابیں لکھی ہیں اور اس کی تمام تصانیف میں جابجا اس بات کی شہادت ملتی ہے کہ اسلام کے معتقدات کے ساتھ اس کی دشمنی سوچی اور سمجھی ہوئی ہے۔ لیکن اس دشمنی کا سب سے نمایاں مظاہرہ وہ اس وقت کرتا ہے جب وہ مسیح علیہ السلام اور مریم صدیقہ علیہا السلام پر حملہ آور ہوتا ہے۔ مثلاً اپنی کتاب ''چشمہ مسیحی'' میں مرزا غلام احمد حسب ذیل کفر بکتا ہے۔

مریم کو ہیکل کی نذر کر دیا گیا تا کہ وہ ہمیشہ بیت المقدس کی خادمہ ہو اور تمام عمر خاوند نہ کرے۔ لیکن جب چھ سات مہینے کا حمل نمایاں ہو گیا تب حمل کی حالت میں ہی قوم کے بزرگوں نے مریم کا یوسف نام ایک نجار سے نکاح کر دیا اور اس کے گھر جاتے ہی ایک دو ماہ بعد مریم کے بیٹا پیدا ہوا۔ (چشمہ مسیحی ص ۲۶، خزائن ج ۲۰ ص ۳۵۵،۳۵۶)

قرآن مجید کی صاف وصریح تعلیم کے خلاف مریم صدیقہ پر زنا کا کھلا ہوا الزام لگانے کے بعد مرزائے قادیان مسیح علیہ السلام کی مقدس ذات پر جنہیں وہ ناجائز قرار دینے سے کبھی نہیں چوکتا۔ حسب ذیل اہانت آمیز حملہ کرتا ہے۔

ایسے ناپاک خیال، متکبر اور راستبازوں کے دشمن کو ایک بھلا مانس آدمی بھی قرار نہیں دے سکتے تھے۔ چہ جائے کہ نبی قرار دیں۔ (ضمیمہ آتھم ص ۹، خزائن ج ۱۱ ص ۲۹۳ حاشیہ)

آپ کا خاندان بھی نہایت پاک اور مطہر ہے۔ تین دادیاں اور نانیاں زنا کار اور کسبی عورتیں تھیں۔ جن کے خون سے آپ کا خون ظہور پذیر ہوا۔ (ضمیمہ انجام آتھم ص ۷، خزائن ج ۱۱ ص ۲۹۱ حاشیہ)

عیسیٰ علیہ السلام شراب پیا کرتے تھے۔ (کشتی نوح ص ۶۶، خزائن ج ۱۹ ص ۷۱)

آپ کو گالیاں دینے اور بد پذیرائی کی اکثر عادت تھی۔ یہ بھی یاد رہے کہ آپ کو کسی قدر جھوٹ بولنے کی بھی عادت تھی۔ (ضمیمہ آنجام ص۵، خزائن ج ۱۱ص ۲۸۹ حاشیہ)

مریم صدیقہ اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر مرزا غلام احمد قادیانی کے ناپاک حملوں کی یہ صرف چند مثالیں ہیں۔ جس کا قلم برداشتہ اقتباس اس کی فحش کتابوں سے بطور نمونہ لکھا گیا ہے۔ یہ کتابیں دنیا بھر کے طول وعرض میں عمومی احتجاج کے علی الرغم کسی قسم کی روک ٹوک کے بغیر اشاعت پزیر ہورہی ہیں۔ کلیسائے عیسوی نے آپ کو حامی دین کا لقب کیا ہے اور ایک مسیحی تاجدار ہونے کی حیثیت سے آپ کا فرض اولین ہے کہ مسیح اور مریم کی عزت کو اس قسم کے ناپاک حملوں سے بچائیں۔ اس بارہ میں بعجلت تمام ترموثر انسدادی تدابیر اختیار کی جائیں۔ اپنے مسلمانوں کو بطور خود مسیح و مریم علیہا السلام کی توہین کا سدباب کرنے کے قرآنی فریضہ سے سبکدوش فرمائیں گے۔

قادیانی حلقہ اسلام سے خارج ہیں اور ظاہر ہے کہ نا مسلمان ہوکر وہ مسلمانوں کی نمائندگی کرنے کا ہرگز ہرگز کوئی حق نہیں رکھتے۔ مسلمانوں کے اس احتجاج کی توثیق کے لئے یہ واقعہ موجود ہے کہ فرقہ قادیانیہ کا بانی اپنی کتاب حقیقت الوحی میں لکھتا ہے کہ: ''جو مجھ پر ایمان نہیں لاتا وہ کافر ہے۔'' (حقیقت الوحی ص ۱۶۹، خزائن ج ۲۲ص ۱۸۵)

قادیانی عقائد کے ترجمان (تشحیذ الاذہان ج ۶ نمبر ۸ ص ۳۱۱، ماہ اگست ۱۹۱۱ء) میں قادیان کا جھوٹا نبی مسلمانوں کے ساتھ اپنے تعلقات کی نوعیت ذیل کے واضح اور پرزور الفاظ میں بیان کرتا ہے۔

''ان مدعیان اسلام سے ہمارا کسی قسم کا کوئی تعلق نہیں۔ ان کے ساتھ ہمارے تعلقات کا انقطاع خود خدا کے احکام کے ماتحت عمل میں آیا ہے۔''

اپنی کتاب (آئینہ کمالات اسلام کے ص ۵۴۷، خزائن ج ۵ص ۵۴۷،۵۴۸) پر مرزا غلام احمد قادیانی اپنی عادت کے مطابق نہ صرف مسلمانوں بلکہ کل بنی نوع انسان کی تواضع ذیل کے مغلظات سے کرتا ہے۔

''تمام وہ لوگ جو میری دعوت کو قبول نہیں کرتے حرامزادے ہیں۔''

قادیان کے اس جھوٹے نبی کا خلیفہ اس ساری خرافات کی حرف بحرف تصدیق کرتا ہے اور اپنی کتاب آئینہ صداقت ص ۳۵ میں لگی لپٹی رکھے بغیر صاف اور غیر مشتبہ الفاظ میں اعلان کرتا ہے کہ ''تمام وہ لوگ جو میرے باپ کی نبوت پر ایمان نہیں لاتے کافر اور دائرہ اسلام سے خارج ہیں۔'' دنیائے اسلام نے اپنے خفیف بین الجماعتی اختلاف کو بالائے طاق رکھ کر مرزا غلام احمد قادیانی اور اس کے پیرووں کو دائرہ اسلام سے خارج کردیا ہے اور مسلمانان کو اس لحاظ سے حق پہنچتا ہے کہ فرقہ قادیانیہ کو ایک جداگانہ اقلیت، ان کو کسی حالت میں یہ اجازت نہ ہو کہ یہ اسلام کو اپنے دنیوی مفاد کا ذریعہ بنائیں۔ اس لئے جناب کا مقدس فرض ہے کہ اس کی عزت کی حفاظت کریں۔ جو بنی نوع انسان کا ایک بہت بڑا محسن اور ساری دنیا کے احترام کا مستحق ہے۔ قرآن مجید مریم صدیقہ اور مسیح علیہما السلام کو صدیقہ وکلمۃ اللہ کے القاب سے یاد کرتا ہے۔ ان کی نسبت بکواس کی تاب مسلمانان عالم نہیں لاسکتے۔ اس سلسلے میں جو تدابیر جناب عمل میں لائیں مسلماں بجاں سپاس گزار ہوں گے۔

نیازمند خاکسار! ظفر علی خان مدیر و مالک روزنامہ زمیندار، ۲۲؍نومبر ۱۹۳۴ء

قادیانیوں سے مناظرہ

جناب غلام جیلانی برق

دسویں جماعت میں عربی کے صرف پانچ طلباء تھے۔ ان میں سے ایک قادیانی تھا۔ میں ان دنوں قادیانیت کے متعلق ایک دو پمفلٹ پڑھ چکا تھا۔ اس لئے اس قادیانی لڑکے کو تنگ کیا کرتا تھا۔ ایک دن اچانک جماعت قادیانیہ راہوں کے سیکرٹری کی طرف سے مجھے ایک خط ملا۔

مضمون یہ تھا: جناب مولوی غلام جیلانی صاحب السلام علی من اتبع الھدیٰ!

ہمیں یہ شکایات مسلسل موصول ہو رہی ہیں کہ آپ قادیانی لڑکوں کو چھیڑتے اور تنگ کرتے ہیں۔ اس لئے ہم آپ کو چیلنج دیتے ہیں کہ آپ آج سے چھ دن بعد اتوار کو نمبردار محمد اکرم کی بیٹھک کے صحن میں مناظرہ عام کے لئے آئیں۔ ہماری طرف سے مربی غلام رسول راجیکے، عبدالعزیز شملوی اور ابراہیم بقاپوری قادیانی شامل ہوں گے۔ اگر آپ نہ آئے تو ہم آپ کے خلاف سارے شہر میں اشتہار لگائیں گے۔

یہ اشتہار پڑھ کر مجھ پر خوف طاری ہوگیا اور سوچنے لگا کہ اگر میں نہ گیا تو قادیانی ڈھول بجا کر اپنی فتح کا اعلان کریں گے۔ اگر گیا اور شکست ہوگئی تو سارا شہر قادیانی ہو جائے گا۔

میں ان مسائل پر احباب سے بات چیت کر رہا تھا اور دلائل ڈھونڈ رہا تھا کہ غیب سے ایک دلیل دماغ میں آئی اور مناظرہ کی طرف ڈاکٹر بسمل اور دیگر احباب کے ہمراہ چل پڑا۔ سارا میدان لوگوں سے بھرا ہوا تھا۔ صدر مناظرہ ایک سکھ تھا۔ اس نے اعلان کیا کہ ہر مقرر کو پندرہ پندرہ منٹ ملیں گے اور آج مرزا قادیانی کی نبوت پر قرآن کی روشنی میں بحث ہوگی۔ پہلی تقریر سنی مولوی کی ہوگی۔ مناظرہ تین دن رہے گا۔ اب سنی مولوی سے التماس ہے کہ تقریر شروع کریں۔ میں نے حمد و صلوٰۃ کے بعد یہ آیت پڑھی۔ ذالک الکتاب لا ریب فیه هدی للمتقین الذین یؤمنون!

''یہ کتاب تمام شکوک سے بالاتر ہے اور ان متقین کے لئے باعث ہدایت ہے جو غیب پہ ایمان لاتے، نماز قائم کرتے اور ہمارے دیئے ہوئے رزق سے خرچ کرتے ہیں۔ یہ لوگ اس وحی پر ایمان لاتے ہیں جو اے رسول ہم نے تم پر نازل کی ہے اور اس وحی پر بھی جو تم سے پہلے آچکی ہے اور (تمہاری وحی کے بعد) قیامت پر ایمان لاتے ہیں۔ یہ لوگ ہدایت پر ہیں اور یہ نجات پائیں گے۔''

حضرات دیکھا آپ نے کہ اللہ نے قرآن کے بعد آخرت پر ایمان لانے کا حکم دیا ہے۔ قرآن اور قیامت کے درمیان کسی رسالت یا وحی پر ایمان لانے کا کوئی اشارہ تک قرآن میں نہیں ملتا۔ تو پھر یہ قادیانی دوست مرزا قادیانی کو ملت پر کیوں تھوپ رہے ہیں۔

یہ کہہ کر میں بیٹھ گیا اور غلام رسول راجیکے پندرہ منٹ تک مرزا قادیانی کی نبوت زلزلوں، سیلابوں، سورج اور چاند کے گرہنوں سے ثابت کرتے رہے۔ میں اٹھا اور اتنا کہہ کر بیٹھ گیا کہ جب قرآن کے بعد صرف قیامت پر

ایمان لانے کا حکم ہے تو آپ مرزا قادیانی کو ہمارے دائرہ ایمان میں کیوں گھسیٹ رہے ہیں۔

قادیانی مبلغ نے پھر ادھر ادھر کی ہانکنی شروع کردی اور میرے سوال کے جواب سے دامن بچانے لگے۔ میں نے ان کی بات ٹوک کر بلند آواز سے کہا کہ بے ربط باتیں نہ کیجئے اور میرے سوال کا جواب دیجئے۔ اب ان پر گھبراہٹ طاری ہوگئی۔ ہوائیاں اڑنے لگیں اور لگے ادھر ادھر کی ہانکنے۔ اس پر قادیانیوں کا سیکرٹری اٹھ کر کہنے لگا کہ سنی مولوی کی بات تو ہماری سمجھ میں آ گئی ہے۔ لیکن قادیانی مولوی کی کوئی بات ہماری سمجھ میں نہیں آ رہی۔ اب سنی مولوی کا سوال میں پیش کرتا ہوں کہ قرآن اور قیامت کے درمیان کسی وحی پر ایمان لانے کا حکم نہیں ہے تو پھر مرزا قادیانی پر کیوں ایمان لائیں۔

جب قادیانی مبلغ نے پھر ادھر ادھر کی ہانکنی شروع کی تو سیکرٹری اٹھ کر کہنے لگا۔ آپ کے پاس کوئی جواب نہیں ہے۔ اس لئے میں اپنی جماعت کے ساتھ قادیانیت سے تائب ہوتا ہوں اور ۳۹ قادیانی تائب ہو گئے اس پر اللہ اکبر کے نعرے بلند ہوئے۔ چند نوجوان مجھے اپنے کندھوں پر اٹھا کر شہر کی گلیوں میں ’’اسلام زندہ باد اور قادیانیت مردہ باد‘‘ کے نعرے لگانے لگے۔ یہ ہنگامہ شام تک جاری رہا۔ جلوس نے بڑی مسجد میں مغرب کی نماز ادا کی اور پھر مجھے نمبردار کی بیٹھک پر چھوڑ کر منتشر ہوگیا۔ اس مناظرہ سے پہلے میں قادیانی مبلغین کے بے ربط دلائل شور وشغب اور بے مقصد گفتگو سے گھبراتا تھا۔ لیکن اس فتح کے بعد میں دلیر ہوگیا اور جہاں بھی جاتا قادیانیوں سے مناظرے میں جٹ جاتا۔ میں جب بہ سلسلۂ ملازمت چکوال ضلع جہلم میں پوسٹ ہوا تو وہاں بھی قادیانیوں سے ایک پبلک مناظرہ کیا۔ قادیانی مناظر کا نام اللہ دتہ جالندھری تھا۔ بہت طرار بے ربط دلائل کرنے میں ماہر اور اپنی تردید کرنے میں یگانہ یہ مناظرہ شور وغوغا اور تو تو میں میں میں ختم ہوگیا۔

انہی دنوں چکوال کے ایک قادیانی مناظر نے چودہ صفحات کا ایک طویل خط مجھے لکھا میں نے اس کی تردید میں بیس صفحے لکھے۔ یہ سلسلۂ مراسلت کوئی آٹھ ماہ تک چلتا رہا پھر جب دونوں کے پاس کہنے کے لئے کچھ نہ رہا تو خود بخود بند ہوگیا۔ (میری داستان حیات ص۵۳)

کوئٹہ میں قادیانی کا قبول اسلام

۲۱ رجنوری ۲۰۰۷ء کو نصر اللہ ڈار ولد اکرم اللہ ڈار نے عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت بلوچستان کے امیر حضرت مولانا عبدالواحد خطیب جامع مسجد قندھاری اور حضرت مولانا قاری عبدالرحیم رحیمی ناظم تبلیغ مجلس تحفظ ختم نبوت خطیب جامع مسجد گول سیٹلائٹ ٹاؤن کوئٹہ کے روبرو دفتر ختم نبوت کوئٹہ میں ازخود اپنے دوستوں کے ہمراہ حاضر ہوکر اپنے سابقہ مذہب قادیانیت سے تائب ہوکر اسلام قبول کیا۔ اس موقعہ پر حضرت مولانا عبدالواحد نے نومسلم کی استقامت دین کے لئے دعا فرمائی۔ حاضرین نے نصر اللہ ڈار کو اسلام قبول کرنے پر مبارکباد دی۔ نیز اس سے پیشتر مذکور بالا کی دو بہنیں بھی مسلمان ہوچکی ہیں۔ اب صرف والدہ اور ایک بھائی رہ گیا ہے جو قادیانی ہیں۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ انہیں بھی ہدایت نصیب فرمائے اور امت محمدیہ میں شامل فرمائے۔ آمین ثم آمین!

قسط نمبر: 1

مولانا ظفر علی خان اور فتنۂ قادیانیت!

جناب عنایت اللہ نسیم

مولانا ظفر علی خانؒ برصغیر ہند وپاک کے وہ پہلے رہنماء ہیں۔ جنہوں نے برطانوی استعمار وملوکیت کی بیخ کنی کے ساتھ ہی ساتھ انگریز کے خودکاشتہ پودے یعنی مرزائیت کی پوری شد ومد سے مخالفت کی اور ساری عمر اس کے خلاف مصروف جدوجہد رہے۔ اسی لئے نام نہاد روشن خیال وترقی پسند گروہ جسے دین حنیف کی روایات سے زیادہ تر لگاؤ نہیں اور اشتراکی حضرات جسے مذہب کے نام سے چڑ ہے۔ مولانا ظفر علی خانؒ کو رجعت پسند، تنگ نظر ملا جیسے خطابات سے نوازتے رہے۔

جہاں تک اندازہ ہوتا ہے۔ مولانا کے نزدیک اس فتنۂ ضالہ کی مخالفت کی وجوہ حسب ذیل تھیں۔

ا..... اوّل یہ کہ وہ اسلام کی حقانیت وصداقت پر اور حضور ﷺ کی ختم المرسلینی پر سچے دل سے ایمان رکھتے تھے اور ملت کی چہاردہ سالہ پوری تاریخ پر نظر رکھتے تھے اور جانتے تھے کہ پوری ملت اسلامیہ اس امر پر متحد ہے کہ سرکار دو عالم، تاجدار مدینہ ﷺ پر ہر قسم کی نبوت ختم ہوگئی۔ اب اس کے بعد ظلی وبروزی نبوت کا ڈھونگ حضور ﷺ کی شان میں گستاخی ہے بلکہ صریحاً کفر ہے۔ چنانچہ ایک جگہ انہوں نے اس کا اظہار یوں کیا ہے۔

آدم کی نسل پر ہوئی حجت خدا کی ختم
دنیا میں آج دین کی تکمیل ہوگئی
اپنا جواب آپ تھی جو آخری نوید
دنیا میں آج دین کی تکمیل ہوگئی
افلاک پر حوالۂ جبریل ہوگئی

(ارمغان قادیان ص۱۰۳، طبع اوّل)

۲..... ان کی مخالفت کی دوسری وجہ افرنگ دشمنی تھی۔

مولانا انگریز کے ازلی حریف ومخالف تھے۔ ان کا اس امر پر یقین تھا کہ انگریز ہی نے پوری دنیائے اسلام میں سازشوں کا جال بن رکھا ہے۔ تاکہ ملت اسلامیہ بیدار ہوکر اپنے اصلی مقام سے آشنا نہ ہو جائے۔ بنابریں وہ خوب سمجھتے تھے کہ مرزائیت انگریز کا خودکاشتہ پودا ہے۔ جس کا مقصد اپنے اغراض کے استعماری مقاصد کے لئے مسلمانوں کے دلوں سے جذبۂ جہاد کو ختم کر کے انہیں انگریزی حکومت کی اطاعت ووفاداری پر تیار کرنا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ وہ مرزابشیر الدین محمود (جسے مولانا نے ''موسیو'' کا خطاب دے رکھا تھا) اور ان کے ابا مرزاغلام احمد کو جو انگریزی حکومت کی وفاداری کو جزو ایمان سمجھتے اور اس لئے آیۂ رحمت قرار دیتے تھے کہ اس کے سایہ میں ان کا کاروبار فروغ پاسکے۔ تحریک آزادی ہند کی راہ میں زبردست روڑا سمجھتے تھے۔ لہٰذا اس کے فریب کارانہ عزائم سے مسلمانوں کو آگاہ کرنا اپنا اولین فریضہ سمجھتے اور اس کی گوشمالی جزو ایمان تصور فرماتے تھے۔

یہی وجہ ہے کہ جب سے مولانا ظفر علی خان نے ''زمیندار'' سنبھالا اور سیاسی زندگی میں قدم رکھا۔ تحریر وتقریر اور نظم ونثر کے ذریعے عمر بھر اس فتنۂ ضالہ کے خلاف مصروف جہاد رہے۔ آپ ہفت روزہ اخبار ''ستارۂ صبح'' میں دلائل وشواہد علمی وعقلی سے ''بعثت مجددین'' ''احمد کون ہے۔'' ''الولد سر لابیہ'' ''للقادیاں ماالقادیاں'' جیسے معرکہ کے مضامین لکھے۔ نظم میں اس پر مولانا نے جو کچھ لکھا اسے اہل علم خوب جانتے ہیں۔

گذشتہ جنگ عظیم اوّل (۱۹۱۴ تا ۱۹۱۸ء) میں ''فتح بغداد'' یعنی جب برطانیہ اس پر قابض ہوگیا۔ پر قادیان میں ...... چراغاں کیا گیا۔ پھر ترکیہ کی شکست پر قادیان میں جشن مسرت منایا گیا۔ اس پر مولانا ظفر علی خان شعلہ بدامن ہوگئے اور اس فرقۂ ضالہ کے خلاف زیادہ شدت سے میدان میں اترے۔ اس دور میں الفضل نے ۱۳؍اکتوبر ۱۹۱۷ء کے پرچہ میں ''زمیندار'' اور ''ستارۂ صبح'' کے زوردار مضامین سے بوکھلا کر ایک اپیل ''صلح'' شائع کی تو مولانا نے شرائط متارکہ کے طور پر جواب دیا کہ مرزائی حضرات:

مرزا غلام احمد قادیانی کو نبی قرار دینا چھوڑ دیں۔

لسان شرع مبین میں چونکہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کا لقب انبیائے ذی شان کی طرح حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے لئے اسی طرح مخصوص ہے۔ جس طرح بادشاہوں کے لئے ہزمیجسٹی۔

لہٰذا آئندہ مرزا غلام احمد کو ''علیہ الصلوٰۃ والسلام'' نہ کہیں۔ ایسے ہی ازواج مطہرات حضور محمد مصطفیٰ ﷺ کی طرح مرزائی، مرزا قادیانی کی بیویوں کو ''ام المومنین'' کہہ کر اس مقدس نسبت کی توہین نہ کریں۔

اپنے کافرانہ اور انوکھے عقائد صرف اپنے اور اپنی جماعت تک محدود رکھیں۔ مسلمانوں میں اس کی قطعاً تبلیغ نہ فرمائیں۔ لیکن اگر آپ مرزائیوں کو یہ شرائط نامنظور ہیں تو پھر ناموس رسالت وشریعت مطہرہ کا تقاضا ہوگا کہ ہمارا قلم حرکت میں آئے اور پردۂ ضلالت چاک کرتا جائے۔ (ستارۂ صبح یکم نومبر ۱۹۱۷ء)

چنانچہ اس پر مولانا نے ''القادیاں والقادیاں وما ادراک ماالقادیاں''

خریدار متاع عدل اگر تم ہو ہم بھی ہیں

کے عنوان سے مندرجہ بالا شرائط پیش کیں۔ مگر جب وہ باز نہ آئے تو پھر علماء کو مخاطب کرکے یوں ارشاد فرمایا۔

بشیر الدین محمود آج پھیلاتا ہے بے کھٹکے
فرنگستان میں جاکر خرافات اپنے باوا کی
قیامت بن چلا یہ فتنہ اور تم خاموش بیٹھے ہو
نہیں اے عالمان دیں میں تم سے بے سبب شاکی

(ارمغان قادیان ص۵۱،۵۳، طبع اوّل)

اور مسلمانوں سے یوں خطاب کیا:

کہاں پنجاب میں اسلام! تیری اٹھ گئی غیرت
بٹھایا کفر کو لاکر نبیؐ کے ہم نشینوں میں

حدیث اسمہ احمد غلام احمد پہ چسپاں ہو
پڑے خاک اس سلیقے پر، لگے آگ قرینوں میں
کھلونا قادیاں کا بن گئی وہ سطوت کبریٰ
ہے اب تک شور جس کا آسمانوں اور زمینوں میں

(ستارہ صبح ۲۴ر جنوری ۱۹۱۸ء)

اس سے قبل ''قادیاں کا تھیٹر'' اور ''قول فیصل'' کے عنوان سے مولانا نے ایک معرکۃ الآراء نظم لکھی۔ جو ستارۂ صبح یکم رنومبر ۱۹۱۷ء کی اشاعت میں شائع ہوئی۔ جس کے آخری دو تین شعر یہ ہیں۔

ہے جن کو محمد کی مساوات کا دعویٰ
مثواہ جہنم کی وعید ان کو سنادوں
اکملت لکم پڑھ کے زبان عربی میں
ظلی و بروزی کی نبوت کو مٹا دوں
کچھ فرق بروز اور تناسخ میں نہیں ہے
انکار ہو جن کو انہیں اقرار کرادوں
اسلام سے جس قوم کو کچھ بھی محبت
میں اس کے لئے راہ میں آنکھوں کو بچھادوں

(ارمغان قادیاں ص۱۱،۱۲)

بلکہ اب مولانا کھلم کھلا اس خیال کا اظہار کرنے لگے کہ مذہبی مباحثوں اور مناظروں کی بجائے اس فتنہ کی اصل سیاسی و مذہبی حیثیت سے مسلمانوں کو آگاہ کیا جائے۔ چنانچہ انہوں نے اس فرقۂ ضالہ کے مقاصد، عزائم و افکار اس کے بانی کی تحریروں سے پیش کر کے ملت اسلامیہ کو ان ناپاک مقاصد سے آگاہ کیا اور دلائل سے ثابت کیا کہ اس استعماری ناپاک سازش کو کن وجوہ سے جامۂ عمل پہنایا جارہا ہے۔

اسی دوران جنگ عظیم کے خاتمہ کے کچھ دیر بعد مولانا حضرو ضلع اٹک میں ایک تقریر کی بناء پر پانچ سال کے لئے نذر زنداں ہوگئے۔ رہائی کے بعد ملک میں متعدد اہم مسائل پیدا ہوگئے۔ مثلاً فتنۂ شدھی و سنگھٹن جیسی اسلام دشمن تحریکیں اور فتنۂ راجپال وارتمان ادھر حجاز میں سلطان عبدالعزیز ابن سعودؒ کے برسر اقتدار آنے پر برعظیم ہندو پاک کے دو گروہوں میں جنگ برپا تھی۔ مولانا ابن سعود کے حامیوں میں تھے۔ ادھر کابل میں حکومت افغانستان نے دو مرزائیوں کو مرتد قرار دے کر قتل کرادیا تھا۔ جس پر بشیرالدین محمود بے حد برہم ہوئے۔ چنانچہ اسی غرض کے لئے لنڈن بھی گئے۔ تاکہ حکومت برطانیہ کو حکومت افغانستان کے خلاف ابھارا جائے۔ مولانا نے اس پر ''زمیندار'' میں لکھا:

عناد اور بغض کی تصویر بن کر
گئے لنڈن بشیر الدین محمود

یہ مقصد آپ کا ہے اس سفر سے
کہ سرحد پر بچھادی جائے بارود
دکھائے یورپ آکر اس کو بتی
جہنم کی لپٹ جس میں ہو موجود
یہ ساری سرزمیں پھر بھک سے اڑ جائے
اور افغانوں کی جمعیت ہونابود
کوئی اس دیں کے دشمن کو بتائے
کہ ساری کوششیں ہیں تیری بے سود
بھلا برطانیہ کو کیا پڑی ہے
کہ دوزخ میں تری خاطر پڑے کود
ہے تو بھی کیا کسی کرنل کی میم
بھگا کر لے گئے ہوں جس کو مسعود

(ارمغان قادیان ص۳۳،۳۴)

مولانا نے اس دور میں حکومت افغانستان کے اس اقدام کی پوری حمایت کی۔قتل مرتد کی تائید میں ’’زمیندار‘‘ میں متواتر دو ہفتہ تک مقالات لکھے۔مولانا محمد علی جوہر اور مولانا آزاد اس مسئلہ میں دوسری رائے رکھتے تھے۔جس پر مولانا ظفر علی خان اور ان کے درمیان خاصی بحث ہوئی۔تا آنکہ ۱۹۳۱،۳۲ء میں قادیانیت کے فتنہ نے پوری شدت اختیار کرلی۔ مثال کے طور پر تحریک آزادی کشمیر کے دوران جب کشمیر کمیٹی بنائی گئی تو اس میں نہ صرف یہ کہ قادیانیوں کو شریک کیا گیا بلکہ مرزا بشیرالدین محمود صدر بنالئے گئے۔مولانا نے اس خطرہ کو پوری طرح بھانپ لیا اور اندازہ لگایا کہ اب یہ یہودیت کی طرح خطرناک تحریک بننے والی ہے۔چنانچہ انہوں نے ’’زمیندار‘‘ میں سلسلہ مضامین شروع کیا۔ادھر ظفر اللہ خاں کی وائسرائے کی ایگزیکٹو کونسل میں شرکت کا مسئلہ تھا۔جسے مولانا،بطور مسلمانوں کے نمائندہ کے قبول کرنے پر قطعاً تیار نہ تھے۔چنانچہ ان کی تحریک پر پورے (متحدہ) ہندوستان میں ظفر اللہ خاں کی تقرر کے خلاف احتجاج شروع کیا گیا۔جس پر (برطانوی) حکومت ہند کے کان کھڑے ہوگئے۔مگر سر فضل حسین کی کوششوں سے ظفر اللہ خاں کو حکومت ہند کی ایگزیکٹو کونسل کا رکن نامزد کرلیا گیا۔مولانا نے اس پر ہی شدید احتجاج نہ کیا۔بلکہ سر فضل حسین کی بھی خبر لے ڈالی۔بس پھر کیا تھا اس جرم حق گوئی میں کسی مضمون کی آڑ لے کر ’’زمیندار‘‘ کی ایک ہزار روپیہ کی ضمانت ضبط کرلی اور مزید چار ہزار روپیہ طلب کرلیا گیا۔جسے مولانا نے جلد ہی ادا کردیا اور ’’زمیندار‘‘ اپنی روایتی شان سے بدستور میدان عمل میں گامزن ہوگیا اور اعلان کیا۔

سن لے جسے بخشی گئی ہو سننے کی توفیق
ہوگی نہ کبھی بند ’’زمیندار‘‘ کی آواز

غیر مسلم اقلیت قرار دیئے جانے کی تجویز

اسی سال انجمن ’’حمایت اسلام‘‘ کے سالانہ کھلے اجلاس میں مولانا نے ارباب انجمن کی مرضی کے خلاف اس

مضمون کی قرارداد منظور کرا دی کہ ظفر اللہ خاں مسلمانوں کا نمائندہ ہرگز نہیں۔ نہ اس پر مسلمان عوام کو کوئی اعتماد ہے۔ اگر حکومت اسے ایگزیکٹو کونسل میں ضرور رکھنا چاہتی ہے۔ تو قادیانی فرقہ کو غیر مسلم اقلیت قرار دے کر اسے ان کا نمائندہ سمجھا جائے۔ مسلمان اسے اپنا ترجمان کبھی تسلیم نہ کریں گے۔ اس طرح غیر مسلم اقلیت قرار دیئے جانے کی قرارداد سب سے پہلے مولانا نے اس اجلاس میں پیش کی۔ لطف کی بات یہ ہے کہ ظفر اللہ خاں صاحب بھی ان دنوں اسی حق میں تھے کہ انہیں جداگانہ اقلیت قرار دیا جائے۔ میں ان کی نمائندگی کروں گا۔ نیز مولانا نے تقریر وتحریر کے ذریعے ملت اسلامیہ کو ان خدشات سے آگاہ کیا۔ جو قادیانیوں کا نمائندہ بنائے جانے سے لاحق ہو سکتے تھے۔ مگر سر فضل حسین، ظفر اللہ خاں کے مؤید بن کے سامنے آ گئے اور پوری قوت سے حکومت میں اس کی پشت پناہی کی۔ جس پر مولانا نے ''زمیندار'' میں یوں لکھا:

قادیاں خوش ہو کہ فرماتے ہیں سر فضل حسین
حضرت مرزا غلام احمد ہیں سرکاری نبی
غرق بیڑا کتریں کا ہو گیا پنجاب میں
گرچہ یہ فدوی ہے انگریزوں کا درباری نبی

یہ وہ دن تھے کہ ''زمیندار'' مسلسل اس فتنہ کی سرکوبی کے لئے خم ٹھونک کر سامنے آ چکا تھا۔ ۱۹۳۲ء میں اسی جرم کی وجہ سے پولیس پر تنقید کے بہانے ''زمیندار'' کی ضمانت کا دو ہزار روپیہ ضبط کر کے مزید چار ہزار روپیہ طلب کر لیا گیا۔ پندرہ دن کی بندش کے بعد ''زمیندار'' ضمانت ادا کر کے ۱۴؍جنوری ۱۹۳۳ء کو پھر آن موجود ہوا اور صفحہ اوّل پر مولانا یوں گویا ہوئے:

ملت بیضا کی عزت کا طلب گار آ گیا
سطوت کبریٰ کی شوکت کا علم دار آ گیا
جس نے ہر میداں میں باطل کو شکست فاش دی
لشکر حق کا وہ شیر افگن علم دار آ گیا
خم کے خم جس نے مئے یثرب کے خالی کر دیئے
آج پھر محفل میں وہ رند قدح خوار آ گیا
جس نے سیکھا موت سے راز حیات جاوداں
اپنی قسمت کا وہ ہو کر آپ مختار آ گیا
امر حق کے واشگاف اعلان کا خمیازہ کش
ہر مصیبت کے لئے پھر ہو کے تیار آ گیا
پندرہ دن رہ کر پھر کھلی میری زباں
پھر نواخ افغان ہو کے ''زمیندار'' آ گیا

اگرچہ ضمانت کی ضبطی اور طلبی میں مرزائیت کے خلاف تحریروں کے خلاف تقریروں کو بظاہر بہانہ نہیں بنایا گیا۔ تاہم مولانا اور ''زمیندار'' کے قارئین جانتے تھے کہ اصل جرم کیا ہے۔ اسی لئے مولانا نے محسوس کیا کہ وقت آ گیا ہے کہ قوم

کے ذہین و ہونہار طبقہ کو مرزائیت کے ہولناک نتائج سے آگاہ کیا جائے۔ چنانچہ اس کے لئے مولانا نے ایک مستقل تنظیم مجلس دعوت وارشاد‘‘ کے قائم کرنے کی داغ بیل ڈالی۔ چنانچہ اس کے قیام کے بعد مسجد مبارک اہل حدیث لاہور میں باقاعدہ جلسوں کا پروگرام بنالیا گیا۔ جس میں ہر طبقہ وخیال کے علماء وقائدین شریک تھے۔ مولانا احمد علی صاحب مرحوم امیر انجمن خدام الدین لاہور، مولانا محمد بخش مسلم، مولانا حبیب اللہ، مولانا لال حسین اختر مرحوم، مولانا عبدالحنان مرحوم، اور خان احمد یار خان مرحوم جیسے لوگوں کے نام قابل ذکر ہیں۔ لیکن انگریزی حکومت کیسے برداشت کرسکتی تھی کہ ملت کا ذہین وہونہار طبقہ اس فرقہ ضالہ کے گمراہ کن وایمان سوز عزائم سے آگاہ ہوجائے۔ چنانچہ مارچ ۱۹۳۳ء میں حکومت نے ان جملہ حضرات کو اندیشہ نقض امن کے سلسلہ میں گرفتار کرلیا گویا قادیانی خلافت کے دجل کا پردہ چاک کرنا اندیشہ نقض امن کے ذیل میں آتا ہے۔ جس پر مسلمان عوام بے حد مشتعل ہوئے۔ مگر رہنمایان کرام کے ارشاد کے تحت پرامن رہے۔

مختصر روئداد مقدمہ

۴؍مارچ ۱۹۳۳ء کو مولانا اور ان کے رفقاء کو ایک اعلیٰ مجسٹریٹ کی عدالت میں لایا گیا۔ جس کی روداد ’’زمیندار‘‘ ۷؍مارچ ۱۹۳۳ء کے ضمیمہ میں یوں درج ہے۔ ’’مجاہدین دین حق مولانا ظفر علی خاں، مولانا عبدالحنان، مولانا لال حسین اختر، خان احمد یار خان، جیل میں پرستاران رب کعبہ کو فتنئہ قادیان اور اس کی امت کے دجل وآزار سے بچانے کی سزا میں ایک منٹ کے کروڑویں حصہ کے لئے اعلان حق سے باز رہنے کو تیار نہیں۔‘‘ ’’میں قانون محمدی کا پابند ہوں، جیل کے درودیوار بھی یہی صدادیں گے کہ مرزا دجال ہے۔‘‘ ’’اعلائے کلمۃ الحق سے باز رہنے اور نیک چلنی کی ضمانت دینے سے صاف انکار۔‘‘ کمرۂ عدالت میں مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ فاتح قادیاں اور مولانا داؤد غزنوی مرحوم بھی موجود تھے۔ مولانا احمد علی مرحوم، مولانا محمد بخش مسلم اور مولانا حبیب اللہ نے ضمانت داخل کرادی۔ مگر دوسرے چاروں حضرات نے انکار کردیا اور یوں مولانا ظفر علی خان اور ان کے رفقاء سب سے اوّل مرزائیت کے خلاف نذر زنداں ہوئے۔ (حضرت مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ کی گرفتاری ۲؍جون ۱۹۳۳ء کو اس کے بعد عمل میں آئی۔)

لاہور ۴؍مارچ ۱۹۳۳ء آج مولانا ظفر علی خاں اور ان کے رفقاء مولانا عبدالحنانؒ، مولانا احمد علیؒ، مولانا لال حسینؒ اختر، مولانا حبیبؒ اللہ، مولانا محمد بخش مسلمؒ اور خان احمد یار خانؒ کے خلاف زیر دفعہ ۱۰۷، الف ضابطہ فوجداری سماعت کی تاریخ تھی۔ ٹھاکر کیسر سنگھ کی عدالت کے باہر مسلمانوں کا زبردست اجتماع تھا۔ صبح ہی سے مسلمان جوق درجوق آرہے تھے۔ ہر طرف ایک عجیب جوش وخروش تھا۔ کہا جاتا ہے کہ گورا فوج بھی موجود تھی۔ جو حفظ ماتقدم کے طور پر ضلع کچہری میں لاکھڑی کردی گئی تھی۔ پولیس کا کافی پہرہ تھا۔ ڈی ایس پی سیڈلی، حسین شاہ کوتوال شہر، آغا عبدالرشید سب انسپکٹر مہتہ ایشرداس نیز پولیس کے دوسرے افسر اور سپاہی موجود تھے۔ عدالت میں اسیران کے علاوہ مولانا داؤد غزنوی اور مولانا ثناء اللہ امرتسری فاتح قادیاں، چودھری غلام حیدر خاں اور دیگر حضرات موجود تھے۔ مولانا ظفر علی خاں جونہی کمرہ عدالت کے سامنے آئے فضاء اللہ اکبر، اسلام زندہ باد اور مولانا ظفر علی خاں زندہ باد، مولانا عبدالحنان زندہ باد، مولانا لال حسین اختر زندہ باد کے فلک شگاف نعروں سے گونج اٹھی۔ اس موقع پر مولانا داؤد غزنوی کو ایک سپاہی نے پیچھے دھکیلنا چاہا اور گستاخی سے پیش آیا۔ مگر لیڈروں کے تدبر سے معاملہ رفع دفع ہوگیا۔ ورنہ حالات نازک ہوجاتے۔‘‘

ٹھیک گیارہ بجے ٹھاکر کیسر سنگھ مجسٹریٹ درجہ اوّل کی عدالت میں سماعت شروع ہوئی۔ سب سے اوّل زعمائے اسلام مولانا ظفر علی خاں اور مولانا عبدالحنان وغیرہ کو ریڈر نے اس نوٹس کی عبارت پڑھ کر سنائی کہ چونکہ تمہارے اور قادیانی جماعت کے درمیان اختلاف ہے۔ تم نے ان کے عقائد اور ان کے مذہبی پیشوا پر اپنے جلسوں سے حملے کئے ہیں۔ جس سے نقض امن کا اندیشہ ہے۔ اس لئے وجہ بیان کرو کہ تم سے کیوں نہ نیک چلنی کی ضمانت طلب کی جائے۔ ادھر کمرۂ عدالت سے باہر مسلمان نعرہ تکبیر بلند کر رہے تھے۔ جس سے عدالت کی کارروائی میں خلل واقع ہو رہا تھا۔ اس پر پولیس نے مولانا ظفر علی خاں سے درخواست کی کہ وہ مجمع کو خاموش رہنے کی تلقین کریں۔ چنانچہ مولانا نے کمرۂ عدالت سے باہر نکل کر مسلمانوں کو امن واسلام کا واسطہ دے کر (جو اسلام کا مقصد حقیقی ہے) اپیل کی کہ وہ خاموشی سے عدالت کے سائبان سے نکل جائیں۔ چنانچہ مجمع نے مولانا کے اس حکم کی تعمیل کی اور خاموش ہوگیا۔ استغاثہ کی طرف سے رائے بہادر ایشر داس ڈی ایس پی اور ملزموں کی طرف سے خواجہ فیروز الدین بارایٹ لاء، مسٹر فرخ حسین، خلیفہ شجاع الدین اور میاں احمد دین اور دیگر سرکردہ وکلاء موجود تھے۔ نوٹس سنائے جانے کے بعد عدالت نے تمام ملزموں کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا کہ تا فیصلہ مقدمہ زیر دفعہ ۱۰۷ ضابطہ فوجداری تا سماعت مقدمہ حفظ امن کے طور پر دو ہزار کی ضمانت اور پانصد روپیہ حاضرین دیں۔ اس دوران جب تک مقدمہ کی سماعت جاری ہے۔ کسی قسم کا جلسہ یا کارروائی ایسی نہ کریں۔ جس سے امن میں خلل واقع ہو۔ اس پر مولانا ظفر علی خاں نے عدالت کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا۔

عدالت میں نعرہ مستانہ

میں عدالت سے درخواست کروں گا کہ اس مقدمہ کا جلد از جلد فیصلہ کیا جائے تاکہ عدالت کا وقت ضائع نہ ہو۔ البتہ میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ مسلمانوں کے ہاتھوں مرزائیوں کو کسی قسم کا گزند نہ پہنچے گا۔ البتہ ہم یہ حق محفوظ رکھتے ہیں کہ مرزا غلام احمد کو ایک بار نہیں، ہزار بار دجال کہیں گے۔ جس نے آنحضورﷺ کی ختم المرسلینی میں اپنی نبوت کا ناپاک پیوند جوڑ دیا۔ ناموس رسالتؐ پر کھلم کھلا حملہ کیا۔ ہمارا عقیدہ ہے کہ محمدﷺ پر رسالت ہمیشہ کے لئے ختم ہوگئی۔ جو شخص اسے نہ مانے وہ دجال ہے۔ میں اپنے عقیدہ کے اعلان سے ایک منٹ یا ایک منٹ کے کروڑویں حصہ کے لئے بھی دستکش ہونے کو تیار نہیں۔ عدالت نے جواب دیا۔ میں قانون کا پابند ہوں۔ یہ ضمانت عارضی ہے۔ دوران مقدمہ آپ کو حق حاصل ہے۔ اسے منسوخ کردیں۔ مولانا نے مخصوص انداز میں فرمایا: آپ انگریزی قانون کے پابند ہیں۔ میں محمدیؐ قانون کا پابند۔ اس حق آزادی کے پیش نظر میں ایسی ضمانت پر جو تحریر وتقریر پر پابندی عائد کرے جیل کو ترجیح دیتا ہوں۔ یہ اصول کا سوال ہے۔ مزید فرمایا کہ ''میں مسلمان ہوں اور مرزا ندکور کو دجال کہنا اپنا فریضہ سمجھتا ہوں۔ جیل کے در ودیوار بھی صدا سنیں گے کہ مرزا دجال تھا، دجال تھا، دجال تھا'' اس پر عدالت نے دوسرے ملزموں سے استفسار کیا۔ مولانا احمد علیؒ، مولانا محمد بخش مسلمؒ اور مولانا حبیب اللہؒ نے نیک چلنی کی درخواست داخل کردی۔ دوسرے چاروں نے انکار کردیا۔ خلیفہ شجاع الدین ثالث بالخیر بن کر مولانا کو سمجھانے گئے۔ مگر انہوں نے تسلیم نہ کیا۔ مولانا اور ان کے تینوں رفقاء جیل چلے گئے۔ مولانا اور ان کے رفقاء کی روانگی پر مجمع کثیر ہوگیا اور دیر تک زندہ باد کے نعرے گونجتے رہے۔ (جاری ہے)

جماعتی سرگرمیاں!

ادارہ

مولانا سید عبدالستار شاہ کی بنوں سے گرفتاری

اس سال عاشورہ محرم کو بنوں میں امام بارگاہ پر نامعلوم افراد کی طرف سے حملہ کی خبر آئی۔ بعد میں معلوم ہوا کہ کانہ پری کے لئے بہت سے بے گناہ لوگوں کو گرفتار کرلیا گیا۔ اس میں مدنی مسجد مال منڈی بنوں کے خطیب اور مجلس تحفظ ختم نبوت کے بزرگ رہنماء حضرت مولانا عبدالستار شاہ کو بھی گرفتار کرلیا گیا ہے۔ ہمیں یقین کامل ہے کہ ان کا اس واقعہ میں ملوث ہونا بالکل غلط ہے۔ ان کی گرفتاری ناجائز اور سراسر غیر مآل اندیشانہ اقدام ہے، حکومت ان کو فوراً رہا کرے۔

ٹیکسلا میں مولانا محمد اکرم طوفانی کا بیان

مرکز اصلاح وارشاد جامعہ سراج المدارس جامع مسجد خاتم النبیین شہدائے ختم نبوت روڈ ٹیکسلا میں عالمی مجلس کے مرکزی رہنماء حضرت مولانا محمد اکرم طوفانی کی آمد پر ایک اجلاس منعقد ہوا۔ شیخ الحدیث مولانا عبدالغفور صدر اجلاس تھے۔ اجلاس میں مولانا مفتی حبیب الرحمٰن، مولانا حق نواز، مولانا عبدالقادر، صاحبزادہ مولانا محمد زکریا، مولانا حبیب الرحمٰن کوہاٹی، جناب مولانا محمد سلیم اور دیگر حضرات نے شرکت کی۔ اجلاس میں قادیانیوں کی ارتدادی مہم پر تشویش کا اظہار کیا گیا اور بڑے پیمانہ پر کانفرنس منعقد کرنے کا فیصلہ ہوا۔ اس موقعہ پر علماء کرام کے اجلاس سے خطاب کرتے ہوئے مولانا محمد اکرم طوفانی نے علماء کرام کو توجہ دلائی کہ وہ مساجد، مدارس، منابر، خطبات جمعہ اور عام بیانات کے ذریعہ قادیانی کفریہ عقائد وشر پسندانہ عزائم سے عوام کی ذہن سازی کریں تاکہ اس رابطہ عوام مہم سے قادیانیت کا کفر اہل اسلام پر واضح ہو۔

قادیانی نظریات اسلام سے متصادم ہیں

قادیانیت کے خطرناک عزائم سے عوام کو آگاہ کرنا ہماری زندگی کا مشن ہے۔ قادیانی اپنے باطل عقائد کو اسلام کا نام دے کر گمراہ کررہے ہیں۔ ان خیالات کا اظہار عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت گمبٹ کے پریس ترجمان عبداللطیف شیخ نے اپنے بیان میں کیا انہوں نے کہا رحمت کائنات ﷺ کی اطاعت میں ہی نجات ہے۔ اللہ کے نزدیک عزت وذلت کا دارومدار صرف تقویٰ پر ہے۔ امت مسلمہ کو متحد ہوکر اسلامی دفاع کے لئے بھرپور کردار ادا کرنا ہوگا انہوں نے مزید اپنے بیان میں کہا کہ حکومت نے امریکی غلامی قبول کرکے ملک اور قوم کو عالمی سطح پر ایک حقارت آمیز صورتحال سے دوچار کررکھا ہے۔

حیدرآباد تھل میں قادیانی فتنہ کی روک تھام

ضلع بھکر حیدرآباد تھل میں ایوب دور میں کئی قادیانی بیوروکریٹ نے زمینیں الاٹ کرالی تھیں اور در پردہ قادیانیت کی تبلیغ جاری رکھی۔ دین سے ناواقف مسلمان قادیانیوں کے مرعوب تھے۔ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت نے

بارہا کوشش کی کہ مسلمانوں کے ایمان کا تحفظ ہو۔ وہاں ایک ہومیو پیتھک ڈاکٹر دل بند قادیانی جو کہ آج کل ان کا ضلعی امیر ہے۔ سادہ لوح مسلمانوں کو اپنے اثر و رسوخ سے اس طرف آنے نہیں دیتا تھا۔ مولانا عبداللطیف گھلو جب دینی تعلیم سے فارغ ہو کر آئے تو بھکر ختم نبوت کے راہنما۔ جناب ڈاکٹر دین محمد فریدی کو ۲۵ رمئی ۲۰۰۵ء کو تقریر کی دعوت دی۔ قادیانیوں نے ضلعی راہنما کی تقریر کی کیسٹ کسی طرح حاصل کر کے تھانہ حیدرآباد کے انچارج کو پہنچادی اور فرقہ واریت ثابت کرنے کی کوشش کی علم ہونے پر جناب ڈاکٹر دین محمد فریدی خود تھانے پہنچے اور انچارج تھانہ کو ختم نبوت اور قادیانیت کا اختلاف ثابت کیا۔ جس سے قادیانیوں کا منصوبہ ناکام ہوگیا۔ مسلمانوں کے حوصلے بلند ہوئے۔ ۱۲ مارچ ۲۰۰۶ء کو ورکروں نے حضرت مولانا عبدالستار تونسوی مدظلہ کی زیر سرپرستی ختم نبوت کانفرنس کا اعلان کیا۔ جس میں ۱۲ بجے دن سے ڈیڑھ بجے تک مولانا محمود الحسن فریدی اور ڈھائی بجے سے ساڑھے چار بجے تک بھکر کے ختم نبوت کے ضلعی راہنماء کا سیر حاصل بیان ہوا اور قادیانیت کے اس پہلو پر روشنی ڈالی کہ قادیانی مرزا غلام احمد قادیانی کو محمد رسول اللہ ﷺ بعثت ثانی کہتے ہیں اور کلمہ سے مراد مرزا غلام احمد قادیانی لیتے ہیں۔ سادہ لوح مسلمانوں کو بات سمجھ آ گئی۔ اس کے بعد ملک صادق گھلو مرزائی سے مسلمانوں نے تمام تر تعلق ہر قسم کے ختم کر دیئے۔ ملک صادق مرزائی تاب نہ لا سکا اور بستی اسلام آباد سے اپنی تمام تر جائیداد زرعی بکنی فروخت کر کے چناب نگر منتقل ہوگیا۔ اس کے چناب نگر فرار سے علاقہ کے مسلمانوں میں خوشی کی لہر دوڑ گئی۔ اب علاقہ کے عوام نے ۱۸ مارچ ۲۰۰۷ء کو دوسری ختم نبوت کانفرنس رکھی ہے۔ کانفرنس ختم نبوت کی طرف سے فتح مبین کانفرنس ہوگی۔

مدرسہ ختم نبوت چناب نگر میں مہمان علمائے کرام کی آمد و خطاب

پیر طریقت، رہبر شریعت حضرت مولانا قاری جمیل الرحمن اختر جانشین عظیم مفسر قرآن حضرت مولانا محمد اسحاق قادری خلیفہ مجاز مفسر قرآن حضرت مولانا احمد علی لاہوری مورخہ دس محرم الحرام ۱۴۲۸ھ کی شب تشریف لائے اور دس محرم پر حضرت مولانا نے نماز فجر کے بعد درس قرآن دیتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن حکیم میں ایسے اصول اور ضوابط بیان فرمائے ہیں کہ جن کی پاسداری ہر مسلمان مرد و عورت کے لئے بہت ضروری ہے۔ ان اصولوں میں سے پہلا اصول یہ ہے کہ اپنے عقائد کو قرآن پاک کے مطابق بنایا جائے۔ بالخصوص رحمت کائنات ﷺ کی ختم نبوت پر کامل ایمان رکھا جائے۔ اس طرح کہ آپ ﷺ کے بعد جو بھی شیطان کسی بھی درجے میں دعویٰ نبوت کرے۔ وہ مردود و ملعون اور ابدی جہنمی ہے اور اللہ تعالیٰ کی نازل کردہ تمام کتابوں کو سچا جانا جائے۔ بالخصوص قرآن حکیم کے متعلق یہ عقیدہ رکھا جائے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے رحمت کائنات ﷺ پر نازل فرمایا تھا۔ ویسے ہی بغیر کسی تغیر و تبدل کے اب محفوظ اور موجود ہے اور یہ کہ قیامت پر ایمان رکھا جائے کہ وہ یوم جزا و سزا ہے اور مختصر یہ ہے کہ جو کچھ اللہ تعالیٰ نے رحمت کائنات ﷺ پر نازل فرمایا ہے۔ اس کو دل کی تصدیق اور زبان کے اقرار کے ساتھ سچا سمجھا جائے اور شعائر اللہ کی تعظیم کی جائے۔ نیز حضرت مولانا نے طلباء کو نصیحت آموز باتیں ارشاد فرماتے ہوئے کہا کہ آپ حضرات اپنے وقت کو دنیا کی ہر چیز سے قیمتی سمجھتے ہوئے اس طرح محنت کریں کہ کل امت کی اکابرین کی عدم موجودگی میں اچھے طریقے سے رہنمائی کرسکیں۔ لہٰذا حضرات یہاں رہتے ہوئے اپنے اساتذہ کی نگرانی میں خوب دلجمعی کے ساتھ حصول تعلیم میں منہمک رہیں۔

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کی نئی مطبوعات

محض اللہ رب العزت کے فضل وکرم، احسان وتوفیق، عنایت ورحمت سے فتاویٰ ختم نبوت کی جلد اول، اور جلد دوم کے بعد اب جلد سوم (آخری) جلد پیش خدمت ہے۔ جلد اول میں ۲۹ کتب فتاویٰ جات سے رد قادیانیت کے فتویٰ جات کو یکجا تبویب کر کے شائع کیا تھا، دوسری جلد میں ان ۲۱ رسائل وکتب فتاویٰ جات کو یکجا کیا گیا جو فتوے علیحدہ علیحدہ کتابی شکل میں شائع ہوئے تھے، پہلی جلد جون ۲۰۰۵ء، دوسری جلد ستمبر ۲۰۰۵ء میں شائع ہوئی اور تیسری جلد فروری ۲۰۰۶ء میں شائع ہوئی ہے۔

☆......فتویٰ ختم نبوت جلد اول کے صفحات ۵۴۴ ☆......فتویٰ ختم نبوت جلد دوم کے صفحات ۵۲۱

☆......فتویٰ ختم نبوت جلد سوم کے صفحات ۲۷۲ ☆......میزان ۱۳۳۷

رب کریم کے کرم کو دیکھیں کہ قادیانی فتنہ کے خلاف پہلا فتویٰ سن ۱۳۰۱ھ میں شائع ہوا، سوا سو سال بعد ان تمام فتویٰ جات کو جمع کیا گیا تو اس کے صفحات کی تعداد بھی حذف کسر کے بعد ۱۳۰۰ قرار پائی۔

اس تیسری جلد میں ۱۴ رسائل شامل ہیں، ان رسائل میں "قادیانی ارتداد" کی شرعی وقانونی حیثیت پر بحث کی گئی ہے۔

قیمت جلد اول-/150 روپے ڈاک خرچ-/60 روپے

قیمت جلد دوم-/150 روپے ڈاک خرچ-/60 روپے

رئیس قادیان

تالیف

مولانا ابوالقاسم رفیق دلاوری رحمہ اللہ

قیمت-/100 روپے ڈاک خرچ-/60 روپے

مصنف نے قادیانیت کے بانی کی لن ترانیوں کا طلسم توڑا ہے، اس کتاب میں مرزا قادیانی کی دکان آرائی کے صحیح واقعات منظر عام پر آ گئے ہیں، ابواب کی ترتیب میں عموماً واقعات کی ترتیب کے وقوع کا لحاظ رکھا ہے، حصہ اول کے ۱۲۷ ابواب اور حصہ دوم کے ۹۹ ابواب ہیں، مرزا قادیانی کے لڑکپن، بھولپن، جانی، حیوانی، بڑھاپا، سیاپا کے تمام تر مستند واقعات درج ہیں، مرزا قادیانی کی پیدائش سے وفات تک کے تمام واقعات ایسے دلنشین انداز میں بیان کئے ہیں کہ پڑھنے سے واقعات کی فلم آنکھوں کے سامنے گھومنے لگتی ہے، کتاب اردو ادب کا مرقع ہے، عمدہ کتابت، بہترین طباعت، کاغذ سفید عمدہ۔

مناظر ختم نبوت حضرت مولانا اللہ وسایا صاحب مدظلہ کی نئی تصنیف

فراق یاراں

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے مرکزی رہنما مناظر ختم نبوت حضرت مولانا اللہ وسایا صاحب مدظلہ کے ایک سو منتخب مضامین کا مجموعہ جو آپ نے وقتاً فوقتاً پاک وہند کے علماء، مشائخ، اکابر ومعاصر حضرات کی وفیات پر قلم بند کئے، کتاب تین صد صفحات پر مشتمل ہے، یہ ایک ایسی کتاب ہے کہ جسے دیکھتے ہی پیر طریقت حضرت سید نفیس الحسینی شاہ صاحب دامت برکاتہم نے چشم پرنم سے ڈھیروں دعائیں دیتے ہوئے انتساب کی مکمل عبارت سماعت فرمائی۔ کتاب عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے تمام دفاتر سے مل سکتی ہے، براہ راست دفتر مرکزیہ ملتان سے بھی منگوائی جا سکتی ہے۔

قیمت-/60 روپے ڈاک خرچ-/40 روپے

ملنے کا پتہ: عالمی مجلس تحفظِ ختم نبوت حضوری باغ روڈ ملتان فون: ۴۵۱۴۱۲۲

چھبیسویں سالانہ

عظیم الشان

ختم نبوت کانفرنس

ٹنڈو آدم

بمقام: جامع مسجد ختم نبوت ایم۔اے۔جناح روڈ ٹنڈو آدم بتاریخ 6 / اپریل 2007ء

زیر سرپرستی

شیخ المشائخ قدوۃ العلماء حضرت مولانا خواجہ خان محمد صاحب دامت برکاتہم

حضرت سید نفیس الحسینی دامت برکاتہم

زیر صدارت

حضرت علامہ احمد میاں حمادی

خلیفہ حضرت ہالیجیؒ و حضرت لدھیانویؒ

مقررین حضرات

حضرت مولانا عزیز الرحمٰن جالندھری، شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالغفور قاسمی سجاول، حضرت مولانا اللہ وسایا، حضرت مولانا سعید احمد جلالپوری کراچی، شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد مراد ہالیجوی سکھر، حضرت مولانا محمد اکرم طوفانی، حضرت مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی، حضرت مولانا حافظ خادم حسین شر یکا چانگ، حضرت مولانا قاضی احسان احمد، حضرت مولانا صبغت اللہ جوگی، حضرت مولانا حفیظ الرحمٰن، حضرت مولانا راشد مدنی، حضرت مولانا محمد نذر عثمانی، حضرت مولانا محمد علی صدیقی، حضرت مولانا خان محمد جمالی، حضرت مولانا محمد فیاض، جناب رانا محمد انور کراچی، جناب منظور احمد میو اور حضرت مولانا مفتی محمد طاہر مکی

تلاوت: قاری بہاؤالدین زکریا ہالیجوی

نعت: سید خیر محمد شاہ، سید خدا بخش شاہ پڈعیدن

الداعی: عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت و شبان ختم نبوت ٹنڈو آدم فون: 0235-571613

رابطہ عوامی مہم بسلسلہ تحفظ

ناموس رسالتؐ آرڈیننس و امتناع قادیانیت آرڈیننس

ضلعی ختم نبوت کانفرنسیں

۹رفروری	لیہ	۱۳تا۱۵رمارچ	ضلع ڈیرہ غازیخان کا تفصیلی دورہ
۱۰رفروری	بھکر	۱۸رمارچ	جھنگ
۱۱رفروری	میانوالی	۱۹رمارچ	فیصل آباد
۱۲رفروری	خوشاب (جوہرآباد)	۲۰رمارچ	خانیوال
۱۳رفروری	سرگودھا	۲۳رمارچ	قصور
۱۴رفروری	شیخوپورہ	۲۵رمارچ	رڑی، ٹھیڑی (سندھ)
۱۵رفروری	لاہور	۲۶رمارچ	ملتان
۱۶رفروری	لاہور	۲۹رمارچ	لودھراں، چیچہ وطنی
۱۷رفروری	اوکاڑہ	۳۰رمارچ	چناب نگر
۱۸رفروری	پاکپتن	۳۱رمارچ	سیالکوٹ
۱۹رفروری	ساہیوال	یکم اپریل	گوجرانوالہ
۲۲رفروری	ٹوبہ ٹیک سنگھ	۲راپریل	نارووال
۶رمارچ	بہاولنگر	۶تا۱۱راپریل	اندرون سندھ
۸تا۱۱رمارچ	ضلع رحیم یارخان کا تفصیلی دورہ	۱۲تا۱۸راپریل	کراچی
۱۲رمارچ	راجن پور		

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت حضوری باغ روڈ ملتان فون:۴۵۱۴۱۲۲